الطافِ خسروانہ

مجھے اپنی اِس ناچیز تصنیف کی اعلیٰ کامیابی پر جسقدر ناز و افتخار ہو بجا ہے کیونکہ میرے آقائے نامدار۔ میرے ولی نعمت۔ میرے سرپرست حضور پُرنور عالیجناب معلّٰی القاب شری حضور مہاراج رانا **بھوانی سنگھ** جی صاحب بہادر دام اقبالہم فرمانروائے ریاست جھالاواڑ نے اِس **کلیات** کے چھپوانے اور تصنیف کرانے میں میرے ساتھ جو کچھ احسانات فرمائے ہیں اُنکا شکریہ ادا کرنے کے لئے میں خاطر خواہ الفاظ فراہم نہ کرسکتا تھا کہ وہ میری نوازشِ خسروانہ یہ فرمائی کہ میری درخواست پر بحکم ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۶ء اِس مجموعہ کو اپنے مبارک نام نامی پر **سمرپن** (**ڈیڈیکیٹ**) کرنے کی اجازت عطا فرماکر اِس کتاب کے ناظرین کی نگاہوں میں اپنے اِس **نمک خوار** کی بے انتہا شان بڑھادی۔ سچ ہے ؎

"ز قدر و عزتِ سلطاں نگشت چیزے کم
کلاہِ گوشۂ دانشؔ بآفتاب رسید"

کمترین شمبھو دیال دانشؔ سول جج

ریاست جھالاواڑ

His Highness Maharaj Rana Shri Bhawani Singhji Bahadur of Jhalawar.

فہرست مضامین کلیاتِ دانش

دیباچہ

ہے شرط شاعرِ خوش فہم و خوش بیاں کے لئے
کہ ہر سخن ہو سند صاحبِ زباں کے لئے

آج میں اُس قابلِ قدر مصنف لالہ شمبھودیال صاحب آتش دہلوی سول جج ریاست جھالراپٹن کی بے بہا تصنیف کا دیباچہ لکھ رہا ہوں جسکے لئے میں نے اور اکثر اصحاب نے مصنف ممدوح سے بارہا اصرار کیا کہ اس مخزنِ جذبات مجموعہ کو چھپوا کر ہندوستان کے ہر حصہ میں بھیجئے۔ اخباروں میں شائع کیجئے پبلک اور طلبہ کو اس سے مستفید ہونے کا موقعہ دیجئے۔ مگر جواب ہمیشہ تبسم آمیز سکوت میں ملا۔ اتفاقاً کوہِ منصوری پر فخرِ ملک مولانا محمد علی صاحب سے مصنف کی ملاقات ہوئی اور مولانا نے کچھ کلام زبانی سُنا۔ طرزِ بیان کی خوبی اور بندش کی صفائی کی بیحد داد دی اور ان بیش بہا نظموں کے خواستگار ہوئے۔ اب بجز اسکے چارہ نہ ہوا کہ مسودہ پریس کے سپرد کرکے زیورِ طبع سے آراستہ کرایا جائے۔

حقیقت میں شاعری ایک نعمت خداداد ہے اور اُسکا خاص تعلق جذبات روحانی سے ہے۔ یوں تو فنِ شاعری یعنی عروض و قوافی کا امتیاز اور صحیح الفاظ کا استعمال سیکھنے سے آسکتا ہے لیکن اصلی معنی میں شاعر کا اطلاق اُسی پر ہوتا ہے شاعر وہی ہے جسکو قدرت نے شاعر بنایا ہو۔ شعر ایک ایسا ٹھیک اور چست جامہ ہے یا بالفاظ دیگر ایک نفیس سانچہ ہے جسمیں سوا سڈول کے بیڈول الفاظ نہیں ڈھل سکتے۔ شاعر جب کسی گلزار میں آبجو کی رفتار، سبزۂ تر کی بہار، مرغانِ چمن کی خوش الحانی، سرو و شمشاد کی رعنائی، لالہ و گل کے تختے، نسیم و صبا کے جھونکے دیکھتا ہے تو یہ قدرتی سماں اسکے دل میں ایک نئی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس نظارے سے ایک خاص قسم کا جوش طبیعت میں پیدا ہوتا ہے اور اس جوش میں اُسکے خیالات اور جذباتِ باطنی کی بلندی اوجِ کمال پر ہوتی ہے کیونکہ شاعر جس نگاہ سے مصنوعاتِ قدرت کا مطالعہ کرتا ہے عوام [illegible] نہیں کرسکتے۔ اُسوقت اگر شاعر کسی مضمون کو نظم کرنا چاہتا ہے تو جو الفاظ اور خیالات اُسکے دل [illegible]

زبان پر آتے ہیں وہ تمامتر جذبات اور تاثرات سے لبریز ہوتے ہیں۔ اقسام نظم میں سب سے عمدہ وہ نظم خیال کیجاتی ہے جو سادہ۔ موثر۔ نازک خیالی پر مبنی ہو اور قوانین فطرت سے متجاوز نہو۔

اگرچہ اس دور جدید میں شاعری کا رنگ کچھ تغیر پذیر ہو چلا ہے لیکن اس سے کچھ ہی دن پہلے شمع و پروانے۔ گل و بلبل لیلیٰ و مجنوں کے عشق و عاشقی کی داستانوں کے سوا شاعری میں دھرا کیا تھا۔ عاشق بیچارہ زمانے بھر کا بدنصیب اور معشوق مکّار کثرت ارتکاب جرایم سے مجموعہ تعزیرات ہند تھا۔

قصائد مدحیہ میں نوشیرواں۔ حاتم۔ ارسطو۔ رستم و سُہراب کی روح پر فاتحہ خوانی ہوتی تھی اور بس مختصر یہ جو لاکھوں بار لکھا جا چکا ہے پیٹنے والے اب تک اسی لکیر کو پیٹ رہے ہیں اور آئندہ خدا جانے کب تک پیٹے جائینگے اور سُننے والے سُنے جائینگے۔

میں نے جہاں تک اس مجموعہ دلفریب کا مطالعہ کیا اوصاف اور محاسن شاعری کا مجموعہ پایا۔ باعتبار بلندی خیالات صفائی بیان۔ صدق جذبات۔ خوبی بندش اور عجیب و غریب تاثیر کے اس قابل ہے کہ اعلیٰ انجمنوں اور ممتاز سوسائٹیوں میں دخل پائے۔

مجھے حضرت دانش کی خدمت میں تقریباً ۲۶ سال سے نیاز حاصل ہے۔ آپ مشاعروں میں کبھی کبھی شریک ہوتے اور غزلیں پڑھتے تھے جسطرح لطف زبان قدرت کا معجزہ ہے اُسی طرح حسن بیان بھی شاعر کا چلتا ہوا جادو ہے حضرت دانش اس طرز دلکش سے اپنا کلام ادا کرتے تھے کہ سامعین کی زبان سے بے اختیار صدائے تحسین و آفرین بلند ہوتی تھی۔ میں ہمیشہ آپکی غزلوں کو بڑے اشتیاق سے سنا کرتا تھا اور دل میں کہتا تھا کہ یہ ذہین اور ہونہار ہیں اگر کوئی اچھا اُستاد ملگیا تو ایک دن شاعری میں ضرور نام پیدا کرینگے کیونکہ انہیں مذاق شاعری خداداد ہے اور منشی ازل نے موزونی طبع کے ساتھ فصاحت۔ نازک خیالی۔ سخن آفرینی کا مادہ کماحقہ عطا فرمایا ہے۔

خیر اب یہ سُنئے کہ شاعری کو اپنے دیکھنے اور پرکھنے والے کی ہمیشہ تلاش و جستجو رہتی ہے جسطرح حُسن دلکش اپنے انداز دلربائی دکھا کر خوش ہوتا ہے اسیطرح شاعری بھی اپنے جلوہ فروشی سے بیحد مسرت اندوز

ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت دانش ایک معزز خاندان کے جوہر فرد ہیں لہذا دربار میں کبھی آپکا رسوخ
تھا اور یہ موقع شاعری کے پھولنے پھلنے کا قدرتی تھا۔ حضور عالیجاہ سر بدیر بار بہادر والی جہانداراً کثر
آپکا کلام بکمال اشتیاق سے سماعت فرماتے اور بے انتہا تعریف کرتے تھے۔ جب حضور ممدوح نے
اچھی طرح جانچ لیا کہ انہیں شاعری سے نہایت مناسبت اور طبیعت میں بیحد جودت قدرتی
ذکاوت موجود ہے لیکن اس شاعری سے بجز تضیع اوقات کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا اور شوق
شعر گوئی دانش پر اسقدر غالب ہے کہ اگر ممانعت کیجائے تو افسردہ دلی کا احتمال ہے اور اگر رنگ
طبیعت بدلنے میں عجلت کیجائے تو بنظر بحالات موجودہ شاعری پر نصیحت و فہمایش اسوقت خاطر
خواہ کارگر و ذہن نشین نہو گی لہذا وقت کا انتظام لازم ہے۔ غرضکہ جب اس عالی دماغ موقعہ شناس
رئیس نے بخوبی محسوس کر لیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ جو مشورہ دیا جائے تیر بہدف ہوگا۔ تو ایک
دن ارشاد فرمایا کہ شمیم دیال میں تمہارے خیالات کی بلندی اور شستگی زبان کو بہت پسند کرتا ہوں
لیکن جس شاعری میں تم اپنی جودت طبع اور ذہانت کو صرف کرتے ہو وہ محض بیکار اور بیفائدہ ہے
گل و بلبل کیا چیز ہے۔ زلفوں کو ادھر ادھر کھینچنے کا کیا نتیجہ۔ ہاں اگر یہ دماغ سوزی اس شاعری
میں کرو جس میں سچی باتیں ہوں تو ملک کو فائدہ پہنچے سننے والا مستفید ہو اور تم بھی خوش ہو
غرضکہ سرکار عالیجاہ نے شاعری سے متعلق ایسا پر اثر لکچر دیا کہ اسیوقت حضرت دانش کا رنگ
طبیعت بدلگیا پھر تو لالہ زار سخن میں ایسے ایسے اچھوتے گل کھلائے کہ جنکی نکہت دلکشا سے اہل
سخن کے دل و دماغ معطر ہوگئے۔ اور کیوں نہوتے۔ حضور والا کی صحبت وقتاً فوقتاً فاضلانہ اصلاح
عالمانہ اور بیش بہا خیالات نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ چنانچہ دانش صاحب نے پرانی شاعری
والی نظم میں اس بات کو بڑی خوبی سے ظاہر کر دیا ہے۔

اس دیباچہ کے لکھنے سے پیشتر میں سمجھتا تھا کہ حضرت دانش کی تمام غزلیں محفوظ ہیں
مگر افسوس ہے کہ یہ خیال غلط نکلا۔ دانش صاحب کی طبیعت نے ایسا پلٹا کھایا کہ عاشقانہ کلام اور [illegible]

ولولوں کو خلاف تہذیب سمجھکر جوانی کی تمام کمائی رنگ رخسار کی طرح اُڑا دی ایک غزل بھی بیاض میں نہ نکلی - چند غزلیں جو اس مجموعہ کے آخری حصہ میں درج ہیں وہ بعض احباب سے دستیاب ہوگئیں اور میرے اصرار سے مجموعہ میں شامل کردی گئیں تاکہ ناظرین کرام کو انکی تغزل کا رنگ بھی پیش نظر ہو -

آج یہ پاکیزہ کلام پبلک کے روبرو پیش ہے جو خواہ مخواہ تعریف و توصیف کا محتاج نہیں ہے مُشک آنست کہ خود ببوید - حضرات! جہالاواڑ کا رئیس سخن فہم - قدردانِ سخن - جوہر شناس نظم ہندوستان میں اپنی آپ نظیر ہے یہاں کسی ایسے ویسے موزوں طبع کا چراغ شاعری روشن نہیں ہوسکتا - سہل ممتنع جو شاہد سخن کا سب سے بیش بہا اور خوشنما زیور ہے اُس سے یہ دلکش مجموعہ آراستہ و پیراستہ ہے ان نظموں میں متعدد اشعار اور مصرعے ایسے ملینگے جنکو پڑھکر طبیعت پھڑک اُٹھے اور اگر خود کہنا چاہے نہ کہہ سکے - غرضکہ مصنف کے خیالات نہایت پاکیزہ - زبان نہایت شُستہ - بندش چُست محاورات درست - ایک دریا ہے کہ موجیں مارتا چلا آرہا ہے - جس واقعہ کو لیا ہے اُسکی تصویر کھینچدی ہے تمام مجموعہ میں آورد کا پتہ نہیں - بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر کسی شعر سے کوئی لفظ نکالکر اُسکا ہم معنی دوسرا لفظ موزوں کیجئے تو جب تک حضرت دانش کا وہی لفظ جو پہلے تھا اُسی مقام پر نہ رکھدیجئے ہرگز لطف نہ آئیگا - اکثر اشعار اِس مجموعہ میں ایسے ملینگے جن پر نثر کا اشتباہ ہوتا ہے یہ انتہائے فصاحت ہے ساتھ اُسکے دلچسپ اور پُراثر ایسے کہ جتنی دفعہ پڑھیئے طبیعت سیر نہو -

صاحبو! یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں صرف میرا ہی کہنا نہیں ہے ابھی چند روز ہوئے کہ انکی ایک نظم مسمی بہ شانِ ایمان اخبار "ہمدرد" میں شائع ہوئی تھی اُردو کے دیگر ممتاز اخبارات نے بھی اُسے شائع کیا - ہندوستان کے بڑے بڑے نامی گرامی برگزیدہ اصحاب نے جو ادبی دنیا میں افلاک سخنوری کے کوکب درخشاں ہیں نظم مذکورۂ بالا کے متعلق خطوط بھیجکر قابل مصنف کی بے انتہا حوصلہ افزائی اور قدردانی فرمائی - میں نے بچشم خود وہ خطوط دیکھے ہیں ہر ایک میں آپکی بندش اور

ترکیب دلکشا زبان کی فصاحت فکر رسا کی بیحد تعریف فرمائی ہے بخیال طوالت صرف چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

(۱) ہزاکسیلنسی راجہ راجایاں مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر اوف حیدر آباد۔

(۲) ہزہائینس سرمہتر شجاع الملک صاحب بہادر والی چترال۔

(۳) رہبر طریقت و شریعت جناب مولانا عبد الباری صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔

(۴) عالیجناب فضیلت انتساب مولانا محمد عبد الحمید صاحب فرنگی محل لکھنؤ۔

(۵) مصورِ فطرت عالیجناب خواجہ حسن نظامی صاحب۔

(۶) خان بہادر عالیجناب قاضی عزیز الدین احمد صاحب چیف منسٹر دتیا۔

(۷) علّامۂ عصر خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب وزیر بہاول پور۔

(۸) دبیر الملک خان بہادر سر محمد اسرار حسن خاں صاحب اوف بھوپال۔

(۹) عالیجناب محمد انوار الحق صاحب اوف بھوپال۔

(۱۰) عالیجناب ڈاکٹر اے صدیقی ایم۔ اے پرنسپل ڈھاکہ یونیورسٹی۔

(۱۱) عالیجناب محمد عبد الغنی صاحب ایم۔ اے پروفیسر لاہور کالج۔

(۱۲) عالیجناب محمد اسمٰعیل خانصاحب عالی اوف حیدر آباد

(۱۳) عالیجناب محمد جعفری صاحب سب ایڈیٹر اخبار ہمدرد۔

(۱۴) عالیجناب بدر الحسن صاحب جلالی ایڈیٹر اخبار مدینہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ بریں حضور پُرنور صولت جنگ عالیجاہ نواب سر محمد ابراہیم علیخاں صاحب خلیل والی ٹونک ادام اللہ حشمتہم و اقبالہم جو فی زماننا اُردو شاعری کی روح رواں یا بالفاظ دیگر ناطقہ کی جان ہیں جنکے طرز جدید اور اختراع عجیب نے شاعری میں چار چاند لگا دئے بلکہ یوں کہئے کہ اُردو پر بڑا احسان کیا ہے۔ جب کبھی جہالاواڑ میں رونق افروز ہوتے ہیں تو حضرت دانش کے کلام کی بے انتہا قدر کرتے اور نہایت محبت اور توجہ سے سُنتے ہیں۔ میں نے بارہا حضور ممدوح کی

زبان مبارک سے سُنا ہے کہ شمبھو دیال میں تمہاری زبان پر لوٹ ہوں۔ یہی نہیں بلکہ انکو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ دانش کی زبان کتنی شُستہ۔ خیالات کیسے لطیف
الغرض یہ مجموعہ دو نقاد سخن و الیانِ مُلک کا نظر یافتہ ہے۔ قدر گوہر شاہ داند یا
حضرت دانش میں ایک خاص وصف اور بھی ہے یعنی خوش طبعی یہ لطیفہ گوئی
میں آپکو ید طولیٰ ہے۔ آپکے لطیفے اکثر لوگوں کے زبان زد ہیں۔ آپ سے ملکر طبیعت اسقدر خوش ہوتی ہے کہ اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا۔ متفکّر اور ملول طبیعت کو شگفتہ کرنے میں آپ کو خاص ملکہ ہے۔ آپکی لچھے دار گفتگو سامع کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ آپ کو گفتگو کے لئے کسی موقعہ کی ضرورت نہیں بلکہ خود موقعہ آپکی برمحل گفتگو سُننے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ آپ کے دوست احباب آپکی خوش اخلاقی کے ہمیشہ مداح رہتے ہیں اور آپ بھی اپنے محسنوں اور احباب کے دل سے معترف اور شکر گذار رہتے ہیں۔
آخر میں لالہ شمبھو دیال صاحب کو اُنکی خداداد ذہانت اور والیانِ مُلک اور قدر دانِ سخن کی حوصلہ افزائی قدر شناسی پر مبارکباد دیتا ہوں اور خداوند عالم سے دعا ہے کہ دانش صاحب کو عمر دراز عطا فرمائے اور وہ اپنے پاکیزہ کلام سے پبلک کو مستفید کرتے رہیں ؎ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ناچیز

محمد عبد الوحید نیرنگ علوی عفی عنہ

۲۰ ستمبر ۱۹۲۶ء

Malikush-Shoura Lala Shambhu Dayal Danish, Civil Judge, Jhalawar State.

پرانی شاعری

میں دانش نہایت ہی مغرور ہوں
میں اپنے کو گنتا بہت دور ہوں

نہ ہوگا کوئی مجھسا دنیا میں آج
نہ میرا سا ہوگا کسی کا مزاج

یہ مانا میں ادنیٰ سا ہوں آدمی
یہ سچ ہے نہیں مجھ میں کچھ وصف بھی

اگر ہو حکومت کا مجھکو غرور
اگر مجھکو دولت کا ہو کچھ سرور

تو دونوں ہی سے دست بردار ہوں
نہ حاکم ہی میں ہوں نہ زردار ہوں

اگر پہلوانی پہ ہوں شادماں
تو ہیں جسم میں ڈیڑھ پا ہڈیاں

اگر ناز ہو شاعری پر مجھے
تو کیا کرئے اسکے طے مرحلے

اگر پڑھنا لکھنا مرا دیکھئے
تو کہتا ہوں اکثر الف کو میں بے

کوئی ظاہرا مجھ میں خوبی نہیں
نہاں وصف باطن بھی کوئی نہیں

مجھے فخر ہے صرف اس بات کا
کہ آقا نہایت ہی قابل ملا

یہ نظم بتقریب سالگرہ حضور پرنور مہاراج رانا سر بھوانی سنگھ صاحب بہادر۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ والئی ریاست جھالاواڑ پڑھی گئی تھی۔

رئیسوں میں جو خوبیاں چاہئیں — وہ موجود ساری ہیں سرکار میں
کسی کو ستانا نہیں جانتے — دِلوں کو دکھانا نہیں جانتے
مُروّت نے آنکھوں میں گھر کر لیا — اور اخلاق نے دلمیں مسکن کیا
یہ منصف مزاجی میں ہیں انتخاب — یہ مردم شناسی میں ہیں لاجواب
یہ ہیں دشمن و دوست کے خیرخواہ — بتاتے ہیں دونوں کو یہ نیک راہ
اگر دیکھئے شوقِ علم و ہنر — تو اِن پر پڑیگی ہر اِک کی نظر
رئیسوں میں اِنکو ہے یوں برتری — کہ دستارِ علم اِن کے سر پر بندھی

کیا اور لوگوں کو بھی فیضیاب — اِنہیں کی بدولت ہوئے کامیاب
نہ سیکھی تھی ہمنے نئی شاعری — نہ دیکھی تھی ہمنے نئی روشنی
پُرانے ہی ڈھانچوں کو مونڈتے رہے — اُنہیں پر ہم اُسترے چڑھاتے رہے
سمجھتے تھے بلبل ہے گل پر فدا — اِنہیں دونوں کا تھا ہمیں جھینکنا
کبھی باغباں سے ہمیں تھا گِلا — کبھی ہمکو شکوہ تھا صیاد کا
لگن لگ گئی جب کبھی شمع سے — اُسی کی شکایت میں دفتر رنگے
یہ کہتے تھے اُسکے ستم ہر گھڑی — یہ دشمن ہے پروانوں کی جان کی
اُسے بیوفا ہم بتاتے رہے — اور اُسپر بھی گھر میں جلاتے رہے
نہ تھا ہمکو پروانوں کا کچھ خیال — فقط اُسپہ تھا شاعرانہ ملال

کبھی ہم کسی پر نہ عاشق ہوئے
نہ مجنوں ہوئے ہم نہ وامق ہوئے

مگر شعر گوئی میں ہونا پڑا
اُنہیں پچھلی باتوں کو رونا پڑا

ہوا عشق بھی ایسے معشوق کا
جو دنیا میں اپنی نظیر آپ تھا

عجب ٹھاٹھ کا تھا عجب شان کا
بلا کی تھی سج دھج غضب کی ادا

کمر کا نہ جسکے دہن کا نشاں
اگر تھے بھی دونوں تو وہم و گماں

درازی زلف اُسکی بھی اسقدر
کہ لیتی تھی تحت الثرا کی خبر

اگر کھولتا تھا وہ زلفِ دوتا
اندھیرا زمانے میں چھا جاتا تھا

وہ نازک بدن بھی تھا اِسطرح کا
کہ رنگِ حنا تک اُسے بار تھا

مگر تھا وہ ظالم بھی عیّار بھی
دغاباز جلّاد مکّار بھی

دِلوں کو کچلنا تھی اُسکی ادا
سروں کو قلم کرنا اک کھیل تھا

یہی کام تھا اُسکا صبح و مسا
اِسے مارا اور اُسکو گھایل کیا

اور اُسپر بھی اِک اور طرہ یہ تھا
وہ غیروں پہ عاشق ہم اُسپر فدا

ہم اُسکی جدائی میں سر دھنتے تھے
نہ کچھ بولتے تھے نہ کچھ سنتے تھے

فقط اشک پیتے تھے کھاتے تھے غم
محبت میں صدمے اُٹھاتے تھے ہم

کسی کو گلا ہم کیا کرتے نہ تھے
نہ گھر کے رہے تھے نہ ہم گھاٹ کے

کبھی اتنے فرقت میں دُبلے ہوئے
کہ تنکے پہ بھی رشک کرنے لگے

کبھی ضعف سے غش بھی طاری ہوا
ذرا زلف سونگھی کہ ہوش آگیا
کبھی جیتے جی بھی نہ زندہ رہے
کبھی روز مر مر کے جی اُٹھتے تھے
مرے بھی تو ہم اسطرح سے مرے
کہ قبروں کے اندر سے بولا کئے

کبھی اتنے آنسو بہانے لگے
کہ ساتوں سمندر خجل ہو گئے
کبھی خشکیاں اسقدر بڑھ گئیں
کہ آنکھیں نمی کو ترسنے لگیں

خدا سے کئی بار جا کر ملے
قیامت کے میدان میں جا ڈٹے
وہاں حور و غلماں بھی ہمکو ملے
کنارے پہ کوثر کے بیٹھے ہوئے
بہشت اور دوزخ کی بھی سیر کی
غرض کائنات اُسکی سب دیکھ لی

کبھی اتنے دیوانے ہم بن گئے
کہ کپڑے بدن کے لگے پھاڑنے
کبھی واعظوں سے لپٹ پڑتے تھے
کبھی ناصحوں پر جھپٹ پڑتے تھے
کبھی شیخ سے دھول دھپا ہوا
کبھی ہمکو غیروں سے پٹنا پڑا
کبھی نامہ بر سے لڑائی ہوئی
کبھی پاسباں پر چڑھائی ہوئی
کبھی ہم مؤذن کے پیچھے پڑے
کبھی مرغ کو ذبح کرنے لگے

شرابی بھی اس شاعری سے بنے — بنے بھی تو وہ بے حیائی سے ئے
کہ ہمکو کہیں گر نہ ملتی اُدھار — تو مطلق نہ تھی مانگنے میں بھی عار
کبھی یہ بھی ساقی سے کی التجا — ندے مے تو تلچھٹ ہی ہمکو پلا
کبھی بن گئے اسطرح کے سخی — کہ اک جام پر سلطنت بخشدی
کبھی وضعداری پہ مرمٹتے تھے — کبھی خود ہی بنتے تھے چکنے گھڑے

ہمارا تھا دل بھی عجب طرح کا — کہ جو ہم نے چاہا وہی بن گیا
کبھی صرف اِک قطرۂ خوں بنا — کبھی زلفِ معشوق کی جُوں بنا
کبھی ایسا اچھا کھلونا بنا — کہ ضد کرکے معشوق نے لے لیا
کبھی [illegible] اسطرح کا نکمّا بنا — کہ کوڑی کو کوئی نہیں پوچھتا
کبھی شکل اِک کانچ سے بن گیا — کہ پتھر پہ گرتے ہی ٹکڑے ہوا
کبھی چلا جاتا تھا ایڑی سے — کبھی [illegible] جاتا تھا [illegible]
کبھی برسوں سینے سے [illegible] — [illegible] اسیر [illegible] زندہ رکھا

کبھی ایسی کرتے تھے ہم شاعری — کہ خود بے حیائی بھی شرماتی تھی
رقیب اپنے فرضی بناتے تھے ہم — شرافت کو بٹہ لگاتے تھے ہم
کبھی وہ مضامین موزوں کئے — کہ شیطان کو بھی نہیں سوجھتے

کسی کی بُرائی پہ گر بل پڑے   تو شائستگی کو رُلا کر اُٹھے

سراپا کسی کا اگر لکھدیا   تو بے غیرتی نے بھی مُنھ ڈھک لیا

نہ کچھ سوچتے تھے بھلا اور بُرا   ہمیں شوق تھا صرف اس بات کا

تعلّی میں ہوں شعر ڈوبے ہوئے   بلا سے ہوں مُخرب وہ اخلاق کے

مگر یہ خبر ہمکو مطلق نہ تھی   کہ تہذیب کھوتی ہے یہ شاعری

لگاتی ہے یہ عشق بازی کی چاٹ   یہ کرتی ہے انسان کو بارہ باٹ

اِسی نے بگاڑا ہمارا چلن   اِسی نے اُجاڑا ہمارا وطن

اِسی نے بگاڑے ہمارے سپوت   اِسی کی بدولت بنے وہ کپوت

جہالت اِسی نے سکھائی ہمیں   اِسی نے یہ پٹّی پڑھائی ہمیں

اِسی نے زمانے میں رسوا کیا   اِسی نے ہمارا یہ درجا کیا

کہ ہم لاکھ ذی عقل و ذی علم تھے   مگر لوگ احمق سمجھنے لگے

کوئی نیم وحشی بتانے لگا   کوئی ایسی باتیں سمجھانے لگا

کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اِن سے بچو   انہیں اپنی صحبت میں آنے نہ دو

[illegible] بیٹھا تیرا پڑا تھا   کہ خوش قسمتی سے وہ آقا ملا

کہ نکلے دلوں سے پرانے خیال   لیاقت سے اپنی دیئے سب نکال

چھڑا کر ہر اک دل سے زنگ کہن — پنہا کر اُنہیں علم کے پیرہن
اندھیرے گھروں میں اُجالا کیا — ہمیں اسنے کایا پلٹ کر دیا
اسی کی بدولت یہ ہمت ہوئی — کہ گُل اور بُلبل پہ لعنت پڑھی
کُھلا حال اب ہمکو معشوق کا — دل و جاں سے رہتے تھے جن پر فدا
جنہیں ہم سمجھتے تھے حورِ جناں — وہ دراصل پیپل کی تھیں چھتنیاں
سمجھتے تھے جس دل کو بہروپیا — وہ نکلا فقط گوشت کا لوتھڑا
سمجھتے تھے جس نظم کو شاعری — وہ دشمن تھی اخلاق و عادات کی

جسے اتنا ذی علم آقا ملے — بجا ہے وہ اپنے کو جو کچھ کہے
ریاست کا اِسکو نہیں کچھ سرور — فضیلت کا اُسکو نہیں کچھ غرور
یہ ہم جیسوں کی سُنتا ہے شاعری — ہمیں دل سے دیتا ہے یہ داد بھی
خدا میرے آقا کو قائم رکھے — ہزاروں گُنی اب سے عظمت بڑھے
الٰہی یہ دنیا میں ہو انتخاب — نہو سارے عالم میں اسکا جواب

فضیلت میں شوکت میں اقبال میں
مروّت میں اخلاق میں مال میں

کتب بینی

اے مری ہمدم مری مونس کتاب / خوبیاں تجھ میں ہیں اتنی بے حساب

تیرے اوصافِ حمیدہ کا بیان / کر نہیں سکتی ادا کوئی زبان

فکر کو کرتی ہے تو اسطرح دور / جیسے تاریکی کو کھو دیتا ہے نور

گر کسی کے پاس تو خلوت میں ہو / تو بھلا دے قیصری دربار کو

جسقدر گذرے ہیں فخرِ روزگار / جسقدر موجود اب ہیں نامدار

سامنے لاکر بٹھا دیتی ہے تو / جس سے چاہیں اُس سے کریں گفتگو

ایسے ایسے بادشاہِ کجکلاہ / ایسے ایسے خسروِ گیتی پناہ

جنکے دربارو نمیں انساں کا گذر / سخت کوشش سے بھی تھا دشوار تر

ملنے آجاتے ہیں بیچون و چرا / حیل و حجت ہی نہیں کرتے ذرا

بلکہ وہ کرتے ہیں ایسی بندگی / کر نہیں سکتا ملازم بھی کوئی

جی میں آئے اُن سے جب مل لیجئے / جب خوشی ہو اُنکو رخصت کیجئے

چاہے سو سو بار دن بھر میں ملیں / چاہے برسوں دور اپنے سے رکھیں

جب پوچھیں ایک چیز سے بار بار / غصہ آئیگا نہ اُنکو زینہار

بے تکلف وہ بتائے جائیں گے / آپ سے ہرگز نہ وہ اُکتائیں گے

اور نہ کچھ احسان ہی جتلائینگے
دوستی یوں ہی نباہے جائینگے

بادشاہوں سے ہی کیا مل لیجئے
آپ اوتاروں کے درشن کیجئے

خواہ ولیوں کی ارادت کیجئے
چاہے نبیوں کی زیارت کیجئے

خواہ پڑھیئے فتنہ پردازوں کے حال
دیکھئے چاہے ریاکاروں کی چال

جسقدر اقسام ہیں مخلوق کی
چاہے جب لے لیجئے سب کی حاضری

تیرے صدقے تیرے قرباں اے کتاب
تو ہے نیرنگِ جہاں کا خاص باب

تو دکھاتی ہے تماشائے جہاں
بے مسافت طے کئے اے مہرباں

ہے ظہورِ قدرتِ حق جسقدر
پڑھنے والے دیکھیں گھر بیٹھ کر

جو کوئی انساں ترا شائق بنا
تو اسی پر ہوگئی دل سے فدا

کوئی عزت دار ہو یا بے وقار
خواہ مفلس ہو کوئی یا مالدار

ہو کسی مذہب کا کوئی آدمی
ناستک ہو آستک ہو کوئی بھی

جسنے چاہا تجھکو حاصل کرلیا
تو تکلف ہی نہیں کرتی ذرا

تونے وہ جاری کیا ہے فیضِ عام
رحمتِ حق جو کیا کرتی ہے کام

کوئی دن ہو کوئی ساعت کوئی پل
دیس ہو پردیس ہو کوئی محل

اپنے شوقینوں کی خاطر کے لئے
نت نئے سامان پیدا کردیئے

ہو توجہ اُنکی جس مضمون پر
تو وہی رکھدیتی ہے پیشِ نظر

خواہ پڑھئے خوبیاں سائنس کی — دیکھئے چاہے اُصولِ مذہبی
حال پڑھئے حسنِ عالم سوز کے — سرد مہری حسیناں دیکھئے
عاشقوں کی دیکھئے جاں بازیاں — پڑھئے معشوقوں کی فتنہ سازیاں
دیکھئے چاہے لڑائی کا سماں — خواہ کیجے سیرِ بزمِ مہوشاں
حفظِ صحت کے طریقے سیکھئے — ڈھونڈھئے چاہے سبب امراض کے
کیجئے دریافت حالِ آسماں — جانچ لیجے گردشِ سیارگاں
گر سمندر کا کریں تحقیق حال — ڈالئے دم بھر میں اُسکو بھی کھنگال
جس زباں میں آپ رکھتے ہوں کمال — بے تکلف کیجئے اُس میں سوال
ہر طبیعت کو لُبھا لیتی ہے تو — خوش ہر اک انساں کو کر دیتی ہے تو

اے کتاب اے رونقِ بزمِ جہاں — محرمِ حالِ زمین و آسماں
گردشِ دوراں پہ قابو ہے ترا — یہ ہے اک ادنیٰ سا تیرا معجزا
جو زمانہ دیکھنا چاہے کوئی — تو دکھا دیتی ہے دم بھر میں وُہی
اور پھر اُس پر بھی یہ سنجیدگی — یہ عنایت ایسی عالی ہمتی
پڑھنے والے جب تلک چاہیں پڑھیں — اُنکے جی میں آئے جب رخصت کریں
دونوں باتوں کا تجھے شکوہ نہیں — ایسا ملتا ہے کسی کو ہمنشیں
تو رہے جس شخص کے پیشِ نظر — اُسکو کیا دنیا کی تکلیفوں کا ڈر

تو بچا لیتی ہے ہر آفات سے
چال سے دم سے دغا سے گھات سے

بُزدلوں کو تو بنا دیتی ہے شیر
پست ہمت کر دیئے تو نے دلیر

جاہلوں کو تو نے قابل کر دیا
عالموں کو تو نے فاضل کر دیا

جن غریبوں کو ہوا فکرِ معاش
تو نے اُنکی روزیاں کر دیں تلاش

مفلسی نے کر دیا تھا جن کو خوار
وہ بنے تیری بدولت مالدار

کام ہے دنیا میں مُشکل کونسا
جو نہو حل تجھسے اے عقدہ کشا

ہو کسی کو گر خدا کی جستجو
دستگیری کے لئے حاضر ہے تو

کچھ ٹھکانا ہے بھلا اِس فیض کا
جسنے جو مانگا وہی اُس کو ملا

کون ہے ایسا زمانے میں رفیق
تجھسے بہتر مل نہیں سکتا شفیق

عقل و دانش کا تجھی سے کام ہے
تو ہے بس آگے خُدا کا نام ہے

شانِ ایمان

ایک دن حضرت محمد مصطفٰےؐ — بانیِ اسلام فخرِ انبیا
پھر رہے تھے جنگلوں میں گھومتے — پھرتے پھرتے آپ جب کچھ تھک گئے
تو وہیں پر ایک جھاڑی کے تلے — بے تکلّف بے غل و غش سو گئے
ہمرکابی میں کوئی حاضر نہ تھا — کوئی نوکر تھا نہ کوئی آشنا
آدمی کا تو وہاں مذکور کیا — آپ کے ہمراہ سایہ تک نہ تھا
تھی فقط اِک ذاتِ اقدس آپکی — سایہ افگن یا خُدا کی شان تھی
اتفاقاً ایک دشمن آپ کا — چلتے پھرتے اُس طرف کو آگیا
اُسنے جب دیکھا اِنہیں غافل پڑا — تو وہ اپنے دلمیں بےحد خوش ہوا
کھینچ لی تلوار فوراً میان سے — مستعد تھا قتل کرنے کے لئے
اتنے ہی میں یہ خیال آیا اُسے — کیا اسے یوں قتل کرنا چاہئیے
ایک غافل آدمی کو مارنا — کیا شجاعت کا یہی ہے مقتضٰے
سوچ کر یہ کردیا بیدار اُنہیں — اور عالی ہمّتی کے جوش میں
اِس طرح للکار کر کہنے لگا — لے بتا اب کون حامی ہے ترا
کون اب تجھکو بچانے آئیگا — سے بلا وہ ہے محافظ کون سا

میں بھی دیکھوں کون ہے وہ غمگسار | کونسا آتا ہے بنکر جاں نثار

دیکھ اب جوہر مری تلوار کا
اب کئے دیتا ہوں تیرا خاتمہ

سُنکر اتنی بات شاہِ بحر و بر | کانپ اُٹھے غصے میں مثلِ شیرِ نر
تُند لہجے میں کہا اے بدیقین | میرا حامی ہے وہ رب العالمین
جسنے لفظِ کُن سے یہ سارا جہاں | یہ بیاباں یہ زمیں یہ آسماں
یہ کروڑوں آدمی پیدا کئے | چاند سورج حکم سے جسکے بنے
پتے پتے سے عیاں جسکا جمال | ذرے ذرے میں نہاں حُسنِ کمال
تو مجھے اور قتل کر ڈالے بھلا | تیری یہ تلوار اور میرا گلا
تیری کیا بنیاد کیا ہستی تری | کیا شجاعت کیا جوانمردی تری
مجھکو اے نافہم تو سمجھا ہے کیا | ہوش میں آ ہوش میں بکتا ہے کیا
وار کر رکھتا ہے کچھ ہمت اگر | لے اُٹھا موجود ہے یہ میرا سر

تجھسے جو کچھ بھی کیا جائے وہ کر
رہ نہ جائے تیری کرنی میں کسر

جب یہ استقلال دیکھا آپ کا | دل پہ دشمن کے اثر ایسا پڑا
چھا گیا اُس پر وہ رعبِ احمدی | اپنے آپے کی نہ کچھ سُدھ بُدھ رہی
ہاتھ سے تلوار فوراً گر پڑی | مارے ڈر کے اُسکی گھگی بندھ گئی

بس ادھر تلوار کا گرنا ہوا — تھی ادھر حضرت کی مٹھی میں قضا

اور فرمایا کہ اے غفلت شعار — تو نے دیکھی رحمت پروردگار

تجھکو جس شئے پر نہایت ناز تھا — جسکے برتے پر یہ دم خم تھا ترا

دیکھ وہ قبضے میں کسکے آگئی — مردنی چہرے پہ کسکے چھا گئی

اب بتا کٹنے کو ہے کسکا گلا — کس پہ ہوگا وار اس شمشیر کا

اب کہاں وہ لن ترانی ہے تری — وہ جوانمردی کہاں جاتی رہی

تو بتا اب تیرا حامی کون ہے — تیرا اس جنگل میں ساتھی کون ہے

بول اے کمبخت بت کیوں بن گیا — دیکھکر تلوار کو کیوں کانپ اٹھا

کیوں ذرا سا منھ نکل آیا ترا — موت سے پہلے ہی تو کیوں مر مٹا

تو بھی منھ سے کیوں نہیں کہتا وہی — سن چکا ہے میرے منھ سے جو ابھی

پھینک کر تلوار فرمایا یہ لے — اور کہہ اپنے دل پر درد سے

مجھکو بھی ہے اب اسی کا آسرا — اب وہی میری مدد کو آئیگا

بن رہا تھا جو ابھی تیری سپر — تھا بھروسہ تجھکو جسکی ذات پر

اسنے جب دیکھی یہ عالی ہمتی — اور یہ تقریر آنحضرت سے سنی

ہوگئی اسکی تو کچھ حالت ہی اور — ہوگئی اسکی تو کیفیت ہی اور

کیا کہوں کیا اسکا حال زار تھا
رو رہا تھا انکے قدموں پر پڑا

بھاوج کا ادب

ڈھونڈتے پھرتے تھے سیتا جی کو رام ۔۔۔ چھان ڈالا آپ نے جنگل تمام

کچھ نہ چلتا تھا کہیں اُن کا پتہ ۔۔۔ پھرتے پھرتے اِن کو دِن بھر ہو گیا

یاس تھی ہر سمت منڈلائی ہوئی ۔۔۔ نا اُمیدی چار سُو چھائی ہوئی

بھوک تھی اِنکو نہ مطلق پیاس تھی ۔۔۔ بھر رہی تھی دل میں طاقت رنج کی

پھر رہے تھے جنگلوں میں بدحواس ۔۔۔ کر رہی تھی بیقرار اُمید و یاس

بدحواسی کا ٹھکانہ ہی نہ تھا ۔۔۔ رفتہ رفتہ ہو گئی یہ انتہا

راستے میں گر درخت آتا نظر

پوچھتے تھے اُس سے سیتا کی خبر

لکشمن جی کا یہ حال زار تھا ۔۔۔ تیر اِک غم کا جگر کے پار تھا

دونوں بھائی فکر سے بے چین تھے ۔۔۔ اِک جگہ سُگریو اِن کو مل گئے

غم سے تھا اِنکا اگرچہ خستہ حال ۔۔۔ تو بھی چہروں پر برستا تھا جلال

کچھ اثر سُگریو پر ایسا پڑا ۔۔۔ دوڑ کر قدموں پہ اِن کے آ گرا

اور پوچھا دست بستہ رام سے ۔۔۔ آپکا آنا ہوا یاں کس لئے

کیا مصیبت آپ پر ایسی پڑی / جنگلوں کی کس لئے سُدھ باندھ لی

رام نے سب اپنا دُکھڑا کہدیا
اور پوچھا اُنسے سیتا کا پتہ

سُنکے یہ سُگریو نے اُن سے کہا / مائی کو تو میں نہیں پہچانتا
ایک ہاں دیکھی تھی لیکن اِستری / جارہی تھی اپنی قسمت پیٹتی
دُشٹ اِک لے جارہا تھا کھینچتا / روکنے والا کوئی اُسکو نہ تھا
صرف وہ تھی یا وہ اِک بدبخت تھا / کھنچ رہا تھا صاف نقشہ ظلم کا
یاد جب آتی ہیں اُسکی سختیاں / دِل میں لیتی ہے کوئی شئے چٹکیاں
میں نہ کرسکتا تھا اُسکا سامنا / راکشش ظالم مرے بس کا نہ تھا
کیا کہوں اُس استری کی بیکسی / بے بسی خود اُس سے تھی لپٹی ہوئی
تو بھی اُسکو آسرا تھا رام کا / یاد اُسکو بس اُسی کا نام تھا
کہتی جاتی تھی اگرچہ رام رام / رام آئے پر نہ بیچاری کے کام
یا تو نالوں میں اثر اُسکے نہ تھا / یا غریبوں کا نہیں پرماتما
گر مصیبت آپ اُسکی دیکھتے / ٹکڑے ہو جاتے کلیجے آپکے
یہ نہیں کہہ سکتا میں وہ کون تھی / کوئی دُکھیا اور تھی یا جانکی
ہاں مگر اِک بات یاد آئی مجھے / آپ یہ کپڑے کی چیندی دیکھئے
اُسنے پھینکی تھی یہاں یہ پھاڑ کر / تاکہ ہو معلوم اُسکی رہگذر

اور یہ اِک اُس کا بازو بند ہے
یہ اُسی مظلوم کی ہیں دونوں شئے

رام نے وہ دونوں چیزیں دیکھکر — کی دلِ غمگیں سے آہِ پُر شرر
جس مصیبت میں تھی سیتا مُبتلا — سامنے آنکھوں کے نقشہ کھنچ گیا
اشک آنکھوں سے نکلنے ہی کو تھے — یاد لیکن لکشمن جی آ گئے
یہ خیال آیا کہ گر آنسو گرا — حال کیا جانے کہ ہو بھائی کا کیا
اِسلئے اپنی طبیعت روک لی — بھائی کی اُلفت نے اُف کرنے نہ دی

ضبط نے سینے پہ پتھر دھر دیا
دل کی بےتابی کو بس میں کر لیا

لکشمن کا کیا کہوں کیا حال تھا — ہو نہیں سکتا وہ لفظوں میں ادا
اُنکے غم اُنکے الم کی داستاں — کر نہیں سکتی بیاں میری زباں
اُڑ گیا روئے مُنوّر سے جمال — چھا گیا اسطرح کا رنج و ملال
ہو گئی اُنکی تو کچھ حالت ہی اور — رام نے بھائی کے جب دیکھے یہ طور
تو اُنہیں تسکین یوں دینے لگے — یوں بڑھائے لکشمن کے حوصلے
واہ بھائی واہ رے میرے بلی — تو نے اِتنے ہی میں ہمت ہار دی
ایک آفت ہی سے دل تھرّا اُٹھا — بس اِسی میں لکشمن گھبرا گیا
کیا یہی بس ایک آئی تھی بلا — اب ہوگا آفتوں کا سامنا

ہوچکا کیا آج سب کا خاتما ۔ ایشور جانے ابھی ہونا ہے کیا
فرض ہے بھائی یہی انسان کا ۔ جو دکھائے ایشور وہ دیکھنا
تمسے جودہا اور تمسے سُور بیر ۔ یوں بھرا کرتے ہیں کیا آنکھوں میں نیر
آفتیں آتی ہیں انسانوں ہی پر ۔ ہمتیں ہارا نہیں کرتے مگر
رنج سے ہوتی ہے پیدا بزدلی ۔ پست ہوجاتی ہے عالی ہمتی
دیکھ لینا تم اگر روتے رہے ۔ خواب غفلت میں اگر سوتے رہے
جانکی کا پھر نہیں ملنا پتہ ۔ رنج کا ہونا نہیں پھر خاتمہ

چھوڑ دو رنج و غم و اندوہ کو
لو کھڑے ہوجاؤ ہمت باندھ لو

رام نے جسوقت یہ تقریر کی ۔ لکشمن جی کو ذرا ڈھارس بندھی
ہوش جب انکے ٹھکانے آگئے ۔ تو وہ چیزیں پیش کرکے رام نے

ان سے پوچھا بھائی تم بھی دیکھنا
ہیں حقیقت میں یہ سیتا ہی کی کیا

لکشمن نے دست بستہ عرض کی ۔ میں نہیں پہچانتا اک چیز بھی
انسے واقف ہی نہیں آنکھیں مری ۔ انکو دیکھا ہی نہیں پہلے کبھی
میں نے دیکھے ہیں فقط اُن کے چرن ۔ لے رکھی تھی میں نے انکی ہی شرن
پوجتا رہتا تھا انکو صبح و شام ۔ روز دونوں وقت یہ میرا تھا کام

اور جانب آنکھ اُٹھتی ہی نہ تھی | یہ رہا کرتی تھی قدموں پر جمی
ہاں اگر اُن پاؤں کے بچھوے میں | تو میری آنکھیں اُنہیں پہچان لیں

اور بائی کا کوئی زیور لباس
آج تک آیا نہ اِن آنکھوں کے پاس

لکشمن کی آپنے سُن لی کتھا | کیا ادب کرتے تھے وہ بھوجائی کا
کسقدر اُنکی سمجھتے تھے وہ شان | کسقدر رکھتے تھے بھوجائی کا مان
کسقدر وہ دھرم کے پابند تھے | پیشتر دُنیا میں کیا آنند تھے
لکشمن سے آجکل دیور کہاں | ہیں کہاں سیتا سی اب بھوجائیاں
ہیں کہاں وہ پاک روحیں آجکل | اے اجل کیا تو نے لیں ساری نگل
اب کہاں دنیا میں وہ دھرما تما | اب کہاں ملتا ہے ایسوں کا پتہ
دھرم ہی دنیا سے کیا جاتا رہا | ہو چکا اُلفت کا بھی اب خاتمہ
اب کہاں پہلی سی رشتے داریاں | اب کہاں اگلی سی بھائی بندیاں

بھائی بھائی میں محبت ہی نہیں
آجکل اگلی سی اُلفت ہی نہیں

اور اگر رکھتا ہو کوئی اتفاق | تو گزرتا ہے وہ بھوجائی کو شاق
دشمنی اُن میں کرا دیتی ہیں۔ وہ | بھائیوں کا سر پھُڑا دیتی ہیں وہ
یاد ہے نرا آتش ہی اُنکو سبق | جانتی ہیں وہ یہی نظم و نسق

بھائی بھائی سے نہ ملکر رہ سکے
جبتک اپنا دم میں دم باقی رہے

راون اور سیتا

ایک دن راون نے اپنا ماجرا
ایک اپنے ہمنشیں سے یوں کہا

جب کبھی جاتا ہوں میں سیتا کے پاس
ٹوٹ جاتی ہے مری بندھ بندھ کی آس

مجھ پہ کرتی ہی نہیں وہ التفات
میری سنتی ہی نہیں وہ کوئی بات

مرتبہ میرا مرے جاہ و جلال
میری عظمت میرا حسن لازوال

میرا ڈر میرا بلا کا دبدبہ
میری ہمت میرا عالی حوصلہ

میری شان سلطنت میرا وقار
میری حشمت میرے شاہی کاروبار

اُسکی آنکھوں میں نہیں جچتے ذرا
کچھ ٹھکانہ ہے بھلا اس چھیڑ کا

اتنی دیوانی بنی ہے رام کی
لگ رہی ہے رٹ اُسی کے نام کی

میری جانب آنکھ اُٹھاتی ہی نہیں
مجھکو خاطر میں وہ لاتی ہی نہیں

کوششیں گو میں نے کیں ہر طرح کی
پر نہ اُسکے سامنے میری چلی

جب میں سمجھا میرے ذاتی کر و فر ۔۔۔ اُسکے دل پر کچھ نہ ڈالیں گے اثر

تو خیال اک روز یہ پیدا ہوا ۔۔۔ روپ دھارن کیجئے اب رام کا

تاکہ بر آئے تمنائے دلی ۔۔۔ عیش و عشرت میں بسر ہو زندگی

خیر میں نے بھیس اُسکا بھر لیا ۔۔۔ اچھا خاصہ بن گیا بہروپیا

لیکن اِس فرضی فریبی بھیس کا ۔۔۔ کچھ طبیعت پر اثر ایسا پڑا

یعنی جو سیتا کے دلمیں بات تھی ۔۔۔ اب وہ میرے دلمیں پیدا ہو گئی

اب میری وہ آرزو جاتی رہی ۔۔۔ وہ طبیعت ہی نہ اب میری رہی

بھیس کیا بدلا گئی حالت بدل
شکل بدلی تھی گئی سیرت بدل

اے مِرے لائق معزز دوستو ۔۔۔ فخرِ اہلِ ہند سورج بنسیو

آپ لوگوں نے سنا یہ تذکرہ ۔۔۔ رام کی عظمت کا دیکھا معجزہ

اُنکی فرضی شکل و صورت کا اثر ۔۔۔ دل پہ راون کے ہوا ہے کسقدر

آپ کو میں نے مخاطب یوں کیا ۔۔۔ یوں سنایا آپ کو یہ ماجرا

آپ کا ملتا ہے شجرہ رام سے ۔۔۔ بچ رہے ہیں آپ اُسی کے نام سے

آپ اصلی روپ ہیں بھگوان کے ۔۔۔ آپ جوہر ہیں اُسی اک کان کے

آپ نے وہ روپ کیسا کر لیا
جسپہ سبقت لے گیا بہروپیا

بوجھل زنجیریں

زہرا بیگم[1] کی تھی کہیں دعوت — سنئے بہنوں وہاں کی کیفیت

خوب جمگھٹ تھا میہمانوں کا — ہر طرف کھل رہا تھا غنچہ سا

ہر طرح ہر ادا کی خاتونیں — جمع آکر ہوئی تھیں جلسے میں

کوئی نازاں تھی اپنی صورت پر — مر رہی تھی کوئی نزاکت پر

کوئی اپنے بناؤ پر مخمور — کوئی اپنے سنگار پر مسرور

تھا کسی کو غرور زیور کا — سادگی کا کسی کو دعوے تھا

خود نمائی کا تھا کہیں اظہار — کسر نفسی کی تھی کہیں گفتار

تھیں غرض جسقدر بھی خاتونیں
مست تھیں اپنے اپنے جامے میں

---

[1] عالیجناب زہرا بیگم فیضی صاحبہ خواہر محترمہ ہر ہائینس نازلی رفیعہ سلطان بیگم صاحبہ ریاست جزیرہ نے ایک کتاب سرگزشت کے نام سے تصنیف فرمائی ہے اُس کتاب میں ہندوستانی گھرونکی بعض غیر مستمدنی حالتوں کا فوٹو نہایت قابلیت سے کھینچا ہے اور جتنے تذکرے تحریر فرمائے ہیں وہ سب چشم دید اور سچے ہیں۔ آپنے ایک کتاب میرے آقائے نامدار کے حضور میں ارسال فرمائی۔ حضور ممدوح نے وہ کتاب ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ بوجھل زنجیروں والا تذکرہ نظم کردو۔ چنانچہ تذکرہ مذکور نظم کر کے اپنے قدردان ولی نعمت۔ اپنے معزز ناظرین اور بیگم صاحبہ موصوف کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

ایک بی بی خدیجہ نامی تھیں | اُسی جلسے میں وہ بھی بیٹھی تھیں
لد رہی تھیں وہ خوب زیور سے | ہر طرح کے زر و جواہر سے
لیجئے اُنکی گفتگو سُنئے | ہو رہی تھی جو زہرہ بیگم سے
اپنے زیور کے جوہروں کا بیاں | کس لیاقت سے کر رہی تھیں بیاں
اس ادائے کلام پر صدقے | آپ فرما رہی تھیں ہنس ہنس کے
تمنے دیکھیں یہ میری زنجیریں | یہ جو پہنے ہوئے ہوں پیروں میں
جانے یہ کتنی تول کی ہونگی | کیا خبر کتنے مول کی ہونگی
اِسقدر وزن دار زیور کی | کچھ مجھے پڑ گئی ہے عادت سی
اِنکو گر میں اُتار کر رکھ دوں | چلنے پھرنے کے کام کی نہ رہوں
اِنکو پہنے بغیر دم بھر بھی | اے بہن میں تو رہ نہیں سکتی
پاؤں رہتے نہیں کسی گوں کے | ایسے پڑتے ہیں ہلکے ہلکے سے

یوں سمجھئے کہ گویا ہیں ہی نہیں
کہیں رکھوں گی اور پڑینگے کہیں

جب وہ اپنا سنا چکیں قصا | زہرہ بیگم نے اُن سے یہ پوچھا
اے بہن یہ تو مجھکو بتلاؤ | صاف کرتی ہو کس طرح اِنکو
آپ نے مسکرا کے فرمایا | میں نے پایا ہے کچھ مزاج ایسا
مُجھ میں ہے اس بلا کی آلکسی | ہو نہیں سکتی اتنی دردسری

اے بہن میری اس طبیعت سے
میری اس آلکس کی عادت سے
ریت مٹی میں خوب اٹ اٹ کر
میل بے حد چکٹ گیا ان پر
میل کیا بلکہ کھٹملوں کی بھی
ان میں رہتی ہے گرم بازاری
خانے خانے میں ہونگے دبکے ہوئے
غول کے غول ہونگے چپٹے ہوئے
ہاں کبھی گر کوئی نکل آئے
میری اُس پر نگاہ پڑ جائے
تو وہ پھر زندہ رہ نہیں سکتا
کر کے رہتی ہوں خاتمہ اُسکا

ورنہ رہتے ہیں جیسے کے تیسے
ان میں بیٹھے ہوئے ہیں بے کھٹکے

زہرہ بیگم نے جب یہ بات سُنی
چھا گئی اُن پہ ایک حیرت سی
دل میں کہنے لگیں مرے اللہ
کیسی عورت ہیں یہ خدا کی پناہ
کھٹملوں کو کہاں بسایا ہے
کس جگہ اُن کا گھر بنایا ہے
کیا بگاڑی ہے شان زیور کی
بھاڑ میں جائے ایسی آلکسی
اس تساہُل کا کچھ ٹھکانہ ہے
کتنا اندھیر کارخانہ ہے
کھائے جاتے ہیں پنڈلیاں کھٹمل
کر دیا نوچ نوچ کر گھایل
تو بھی کچھ آپ کو خیال نہیں
اپنے پیروں کا کچھ ملال نہیں
اور اُس پر بھی یہ حماقت ہے
ماشاء اللہ کیا لیاقت ہے
ایسی بھوہڑ پنے کی باتوں کو
ان کثافت کی داستانوں کو

کس طرح کہہ رہی ہیں ہنس ہنس کر
آفریں انکی قابلیت پر

اور پھر وہ بھی روبرو کس کے
جان پہچان تک نہو جس سے

سامنے اجنبی کے یہ اذکار
ایسی تہذیب پر خدا کی مار

آخرش ان سے چُپ رہا نہ گیا
سخت مجبور ہوکے تب یہ کہا

اے بہن اپنی اس حکایت کو
اپنے زیور کی اس روایت کو

یہ نفاست پسندیاں اپنی
یہ سلیقہ شعاریاں اپنی

بھول کر بھی نہ اب کہیں کہنا
تذکرہ یہ نہیں ہے کرنے کا

اسمیں ہے آپ کی بڑی ہیٹی
جو سُنے گا کریگا بدنامی

عورتوں میں اور اسقدر سُستی
اے بہن آپنے تو حد کردی

سچ تو یہ ہے کہ اپنی صورت کو
اس کثافت سے اپنی سیرت کو

آپ بٹہ لگائے بیٹھی ہیں
شان اپنی گھٹائے بیٹھی ہیں

میری خاطر سے میرے کہنے سے
اس تساہل کو دور کردیجے

آپ بھی غور کیجئے تو سہی
اپنے دلمیں یہ سوچئے تو سہی

شان زیور کی یوں گھٹاتے ہیں
یوں اسے خاک میں ملاتے ہیں

صاف ستھرا انہیں رکھا کیجے
ہفتے عشرہ میں دھولیا کیجے

اسمیں دقت نہیں ہے کچھ ایسی
کونسی بات ہے قباحت کی

گرم پانی میں ڈال کر سوڈا | دے لیا اسمیں ایک دو غوطا

میل پھر ان میں رہ نہیں سکتا
کھٹملوں کا تو واسطا ہی کیا

زہرہ بیگم کی اس حکایت سے | کھٹملوں والی اس روایت سے
اے معزز شریف خاتو نو | سیکھنا چاہیئے سبق تمکو
شان تم کو اگر بنانی ہے | قدر اپنی اگر بڑہانی ہے
برتری اپنی چاہتی ہو اگر | زیب و زینت اگر ہے مدِّ نظر
تو ہر اک کام میں صفائی ہو | بات کرنے میں دلربائی ہو
ہلکے پھلکے نفیس ہوں زیور | صاف ستھرا لباس ہو اُن پر
خود نمائی ہو نہ غرور نہو | جاہ و حشمت کا کچھ غرور نہو
اپنے برتاؤ اسطرح کے رکھو | یوں زمانے میں نیک نام بنو

ایک عالم ہو شائقِ انداز
واسنوں پر پڑھے تمہارے نماز

نجات کی اُمید پر گنگا اشنان

ایک دن یمراج نے پرماتما سے عرض کی
تیری ساری منصفی گنگا بہا کر لے گئی

بے تکلف بخشدیتی ہے وہ ہندوں کی خطا
ہوگیا کایا پلٹ اشنان جسنے کرلیا

اُسکی رحمت پر ہیں صدقے اُسکی شفقت پر نثار
ایک غوطے میں لگاتی ہے گنہگاروں کو پار

تو تو کہتا تھا کہ انساں کرم کا پھل پائیگا
کوئی پاپی آدمی ہرگز نہ بخشا جائیگا

وید تیرے طاق میں گنگا نے لیکن دھر دیئے
بڑھ گئے مولا گنہگاروں کے بیحد حوصلے

جانتا تھا گو زمانے بھر کی باتیں الشیور
اُسکو سمجھانا تھا پر یمراج کا مدِ نظر

اسلئے گنگا سے یہ پرماتما کہنے لگے
تو نے اے گنگا سُنا بھی کیا کہا یمراج نے

عرض کی گنگا نے ہاں اے میرے مولا سُن لیا
جھوٹ ہی بہتان ہے تہمت ہے بالکل افترا

میری کیا بنیاد کیا طاقت مرا کیا حوصلہ
مجھ میں اور یہ وصف ہو یمراج تو نے کیا کہا

میرا تو یہ کام ہے اے خالقِ کون و مکاں
یاتری اشنان کو آتے ہیں جتنے میرے ہاں

اُنکا ملغوبہ سمندر میں بہا دیتی ہوں میں
اُنکی آلائش اُسی جل میں ملا دیتی ہوں میں

ہاں اگر تیرا خیال ایسا ہو اے پرماتما
مل کے پانی میں چلی جاتی ہوں ہندوں کی خطا

تو سمندر سے لیا جائے جواب اس بات کا	کیا عجب ہے اُسمیں ہو عفوِ خطا کا مادّہ
میں تو ان دنیا کے لوگوں سے نہایت تنگ ہوں	ناک میں دم کر دیا میرا الٰہی کیا کروں
کر دیا بد اعتقادوں نے مرا خانہ خراب	ڈالتے رہتے ہیں مجھ میں ہڈیاں یہ بیحساب
رہ گیا ہے چند روزہ اب زمانے میں قیام	دیکھ لینا ہونے والی ہے مری تری تمام

اٹھتے اٹھتے ایک دن ہو جاؤنگی بالکل نہاں
صرف رہ جائینگی باقی ہڈیاں ہی ہڈیاں

اب سمندر کے لئے نازل ہوا حکمِ خُدا	وہ بھی فوراً آ اپنا ساحل چھوڑ کر حاضر ہوا
اُس سے جب پوچھا گیا تو یہ دیا اُسنے جواب	میرا پانی کھینچتا رہتا ہے دن بھر آفتاب

بخشدیا ہو وہ شاید تیرے بندوں کی خطا
میں مگر واقف نہیں کیا جانے وہ کرتا ہے کیا

سنکے یہ تقریر پھر سورج سے بھی پوچھا گیا	وہ بھی نیچے جھاڑ کر ہمراج کی پیچھے پڑا
گو اُسے الزام ناکردہ پہ غصہ آ گیا	دل میں لیکن ضبط کر کے عرض یوں کرنے لگا
مجھ میں اور قدرت گنہ بخشی کی واہ یمراج جی	تمنے ایسی بات کیا پرماتما سے عرض کی
مجکو اپنا ہی بچانا ہے زمانے میں محال	اور لوگوں کی خطا بخشوں بھلا میری مجال

جسقدر پانی سمندر سے لیا کرتا ہوں میں
جوں کا توں وہ بادلوں کو دیدیا کرتا ہوں میں

خیر سورج عرض جب پرماتما سے کر چکا	بادلوں کی حاضری کا حکم جاری ہو گیا

گھر کے چاروں سمت سے فی الفور وہ بھی آگئے | بارگاہِ خالقِ کون و مکاں پر چھا گئے

اُن سے بھی دریافت یہ کرنے لگے پرمیشور | تمکو سورج سے مِلا کرتا ہے پانی جسقدر

پاپ ہوتا ہے چھپا جسمیں مری مخلوق کا

لو کہو سچ تم کیا کرتے ہو اُس پانی کا کیا

بادلوں نے بارگاہِ کبریا میں عرض کی | ہم نہیں رکھتے ہیں اپنے پاس اُسکی بوند بھی

پاپ ہوں یا پن ہوں جو کچھ ہوں قصہ مختصر

ہم تو واپس ڈال آتے ہیں ترے بندوں کے گھر

شاعر کی دُعا

کاتبِ قدرت سے اک شاعر نے کی یہ التجا
جو ترا جی چاہے لکھدے میرے جرموں کی سزا

خواہ ادنیٰ جرم کی تعزیر ہو کتنی ہی سخت
میں بُھگت لونگا جو ہوگا میری قسمت میں لکھا

پر نہ سُننے پائیں جاہل آدمی میرا کلام
یہ ستم مجھسے مرے مولا نہ بُھگتا جائیگا

کیونکہ وہ ظالم کرینگے اسطرح توقیرِ نظم
محفلِ رنداں میں جو ہوتی ہے قدرِ پارسا

خوش گلو کو صرف کن رس ہی کرتے ہیں پسند
قدر کیا گانے بجانے کی بھلا جانے گدھا

بھاگ جاتے ہیں بدک کر بلکہ جنگلی جانور
اُنکے کانوں میں جو پہنچے چنگِ بربط کی صدا

رفتارِ زمانہ
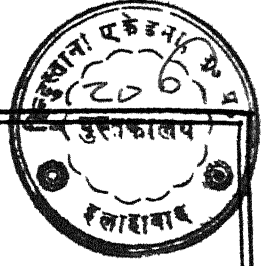
زمانے کو دیکھو وہ ہے کسکا رہبر
وہ کیا کہہ رہا ہے سنو کان دھر کر

نہیں میں اکیلے دُکیلے کا ساتھی
نہیں میں لڑاکو بشر کا سنگاتی

تعصب سے رکھتا ہوں بے حد کدورت
نہایت ہی کاوش بڑی سخت نفرت

کبھی حاسدوں کو پنپنے نہ دوں گا
اُنہیں عمر بھر جلتا بُھنتا رکھوں گا

نہ مونس نہ ہمدرد میں احمقوں کا
نہ ہمدم نہ غمخوار میں جاہلوں کا

تشفّی مریضوں کی کرتا نہیں میں
محبت کا دم اُنکی بھرتا نہیں میں

نہیں وہمیوں کے مرض کی دوا ہوں
نہ خبط الحواسوں کا درد آشنا ہوں

نہ رکھتا ہوں میں تنگدستوں سے اُلفت
نہ بھوکوں سے ننگوں سے مجکو محبت

دیا مجکو آتی نہیں بے کسوں پر
ترس مجکو آتا نہیں بےبسوں پر

میں اُس شخص کا ہوں مددگار و حامی
نہوگی کسی طرح کی جس میں خامی

اُسی قوم کے میں موافق رہوں گا
اُسی کو میں دُنیا میں زندہ رکھوں گا

وہی زندگی کے مزے لے سکے گی
وہی شان و شوکت سی قائم رہے گی

طرفداریاں میں اُسی کی کروں گا
وہ جو کچھ بھی چاہیگی میں اُسکو دوں گا

عنانِ حکومت اُسی کو ملے گی | اُسی کی یہ دُنیا غلامی کرے گی

جو علموں کے زیور سے آراستہ ہے
فراست سے دانش سے پیراستہ ہے

نہ مانے گا گر کوئی احکام میرے | سنے گا نہ گر کوئی پیغام میرے
تو وہ نیست و نابود ہو کر رہے گا | وجود اپنا دنیا سے کھو کر رہے گا
اگر رہ گیا سخت جاں کوئی جیتا | تو مُردوں سے بھی اُسکا بدتر ہے جینا
کریگا نہ اُسکی کوئی دستگیری | کسی کام میں چل سکیگی نہ پیری
کرے گی نہ کچھ بھی مدد دستکاری | نہ دے گی کُماکر اُسے کاشتکاری
نہ ہوگی غلامی سے مطلب برآری | کرے گی تجارت نہ اُلفت شعاری
نہ کام آئے گی خاندانی شرافت | نہ ذاتی طبیعت نہ مصنوعی عادت
نہ آبائی دولت کو قائم رکھے گا | نہ عزت کو اپنی سنبھالے رہے گا
نہ یارانہ یاروں سے اُسکا نبھے گا | نہ دشمن کی چالاکیوں سے بچے گا
نہ اُسکو سچائی کا ثمرہ ملے گا | نہ ایمانداری کا بدلا ملے گا

ہر اِک کام میں ہے سمجھ کی ضرورت
ہر اِک بات کو چاہیئے قابلیت

دعائیں شب و روز مانگا کرے وہ | پرستش کسی کی بھی کرتا رہے وہ
کرے۔ اولیاؤں کی خدمت گزاری | رئیسوں امیروں کی درباداری

مگر میں کہیں پیش چلنے نہ دونگا
میں اُسکی کہیں دال گلنے نہ دونگا

دغاباز دوست

لومڑی اور اک گدھا دو یار تھے ۔ اُن میں باہم عہد و پیماں یہ ہوئے
ہم نہ آپس میں کریں گے کچھ دغا ۔ لو قسم کھاتے ہیں شاہد ہے خُدا
کر لئے آپس میں جب قول و قرار ۔ تو چلے دونوں وہ سوئے مرغزار
لومڑی تو باغ میں اک شخص کے ۔ جا گھُسی پھل پھول کھانے کے لئے
اور اُسکے پاس ہی اک کھیت تھا ۔ اُسمیں بے کھٹکے گدھا چرنے لگا
اتفاقاً شیر اک نازل ہوا ۔ لومڑی پر دفعتہً حملہ کیا
لومڑی جب ہر طرف سے گھِر گئی ۔ شیر سے تب دست بستہ عرض کی
مُجھسے کیا ہوگا شکم پُر آپکا ۔ میں بھلا کیا ہوں مری بنیاد کیا
ایک لقمہ گوشت وہ بھی بدمزہ ۔ مت بگاڑو اپنے مُنہ کا ذائقہ
کھیت میں وہ چر رہا ہے اک گدھا ۔ گوشت ہوگا اُسمیں دو من سے سوا
اور وہ اِس طرح کا با ذائقہ ۔ کیا کہوں تُمسے میں اُسکا ذائقہ
بوٹیاں گر اُسکی کھا لو ایک دو ۔ عمر بھر ہونٹوں کو تم چاٹا کرو

میری جان بخشی اگر کر دیجئے　　اور کچھ انعام بھی دلوائیے

تو میں لاؤں اُسکو دم دیکر یہاں
مجکو بھی دیدینا دو اِک بوٹیاں

شیر بولا جب گدھا آجائے گا　　تیرا حق اُسوقت دیکھا جائے گا
لومڑی پہنچی اُچھلتی کودتی　　اور گدھے سے جاکے یوں کہنے لگی
کھا رہا ہے تو یہاں کیا ساگ پات　　چل کھلاؤں تجکو ایسے میوہ جات
جنکے سونگھے سے معطر ہو دماغ　　دیکھنے سے جن کے دل ہو باغ باغ
یہ گدھا تھا اِسکے دم میں آگیا　　بے تکلف لومڑی کے ساتھ تھا
تھوڑی ہی سی دور چلنے پایا تھا　　ایک کھائی میں یکایک گر گیا
جب گدھا اچھی طرح سے پھنس گیا　　شیر اپنے دل میں یہ کہنے لگا
اب نکل سکتا نہیں یہ زینہار　　اِسکو رکھیے داشتہ آید بکار
لومڑی کو چھوڑ دیں کسواسطے　　آج تو اِسکو ہی کھانا چاہیئے
سوچ کر یہ شیر نے حملہ کیا　　اِک جھپٹے ہی میں قبضہ کر لیا
لیکن اُسکو شیر جب کھانے لگا　　تو اُسے مجبور یہ کہنا پڑا

یار سے کرتا ہے جو کوئی دغا
اُسکو ملتی ہے یہی آخر سزا

لومڑی کا یہ تو دانش ذکر تھا　　جس میں اُسکی جان کا تھا فائدا

آدمی کا حال بھی معلوم ہے — مکر کی جسکی جہاں میں دھوم ہے

بعض بندے ایسے ہیں اللہ کے — جن کی گھٹی میں ہیں شر کے مادّے

بے غرض بے واسطا بے فائدا — اپنے ہمجنسوں سے کرتے ہیں دغا

لیکن اُنکو یاد رکھنا چاہیئے — ایسے کاموں کے نتیجے ہیں بُرے

اُن کا بھی ہوگا یہی اک دن مآل
لومڑی کا جو ہوا آخر کو حال

احسان فراموش

مار کر لایا شکار اک بھیڑیا — بے غل و غش وہ اُسے کھانے لگا

ایک ہڈّی گوشت میں اُلجھی ہوئی — ناگہاں اُسکے گلے میں پھنس گئی

بھیڑئے نے کوششیں ہرچند کیں — حلق سے ہڈی مگر نکلی نہیں

جب نہایت ہی وہ عاجز آگیا — پاس اِک سارس کے تب دوڑا گیا

اور اُسکی منتیں کرنے لگا — بلکہ اُس سے دست بستہ یہ کہا

حلق میں سے میرے یہ ہڈّی اگر — کھینچ دے تو چونچ اپنی ڈال کر

تو میں دوں انعام تجکو اسقدر
پھر ضرورت ہی نہو گی عمر بھر

چونکہ یہ بے عقل لمبے قد کی تھی | بھیڑئے کے دم میں فوراً آ گئی
چونچ منھ میں بھیڑئے کے ڈالدی | اور ہڈی بے تکلف کھینچ لی

اور پھر خوش ہو کے کی یہ التجا
لائیے اب دیجئے اِسکا صِلہ

بھیڑیا بولا کہ تو نادان ہے | یا حقیقت ہی میں کچھ انجان ہے
تو نہیں اِس بات کو کیا جانتی | یا نہیں دیکھا سنا تونے کبھی
بھیڑئے کے منھ میں آجائے کوئی | تو نکلنا اُسکا ہے کچھ دل لگی

تونے کیا سمجھا ہے یہ کچھ کم صِلہ
بچ گئی تو شکر کر اللہ کا

بھیڑئے نے یہ تو دانش سچ کہا | ہے یہی اس جانور کا خاصہ
بعض ہیں انسان بھی اسطرح کے | بھیڑ کے قالب میں ہیں پر بھیڑئے
کوئی مطلب ہو غرض ہو اُنکی گر | تو کرینگے منتیں مقدور بھر
اور جب اُنکا نکل جائیگا کام | تو نہ لینگے عمر بھر محسن کا نام
کوئی اِن لوگوں پہ گر احساں کرے | اور احسانوں کے کچھ چاہے صلے
تو وہ بیشک جاہل و نادان ہے | جاہل و نادان کیا حیوان ہے
گر ضرر اُن سے نہ پہنچا ہو اُسے | تو اِسی کو وہ غنیمت جان لے
ورنہ دیتے ہیں وہ نیکی کی سزا | ہے طبیعت کا یہ اُنکی مقتضےٰ

خوشامد پسند حاکم

ایک حاکم تھا کہیں فرماں روا — پڑ گیا اُسکو خوشامد کا مزا
خواستگارِ نعمتِ دُنیا نہ تھا — وہ فقط بھوکا تھا اپنی داد کا
قدرداں مطلق نہ تھا انسان کا — آدمی کو وہ پرکھ سکتا نہ تھا

وہ اُسی کو جانتا تھا باادب
جو خوشامد اُسکی کرتا بے سبب

تھا ملازم ایک اُسکا باوفا — پر خوشامد وہ کبھی کرتا نہ تھا
اُس سے حاکم ایک دن ناخوش ہوا — بے سبب بے وجہ برہم ہو گیا
عذر وہ ہر چند ہی کرتا رہا — پر وہ اُسکی ایک بھی سنتا نہ تھا
کوششیں جب کر چکا مقدور بھر — اور حاکم کچھ نہ آیا راہ پہ
تو وہ اُسکی منتیں کرنے لگا — غصہ اُسکے ہاتھ سے پر بڑھ گیا
اتفاقاً دوست اِک اُس شخص کا — چاہتا تھا مارنا اُسطرف کو آ گیا
اور یہ برتاؤ اُسکا نا روا — دیکھتا وہ دوست سے یوں کہنے لگا
تو نے اے مردِ خدا یہ کیا کیا — بات یہ کسو سے [illegible]
یہ شریفوں کا طریقہ ہے کہیں — ہمنے تو ایسا نہیں دیکھا کبھی

سُنکے اُسنے یہ دیا اُسکو جواب | میں نے کیا بیجا کیا عالی جناب

کان اِس حاکم کے پاؤں میں ہی تھے
ہوگیا مجبور میں اسواسطے

آدمی کی پہچان

ایک دِن لقمان سے آقا نے اُسکے یہ کہا | جمع کتنے آدمی حمام میں ہیں دیکھ آ
حکم جب لقمان نے آقا کا اپنے یہ سُنا | جانبِ حمام فوراً ہی روانہ ہوگیا
جب وہاں پہنچا تو دیکھا ایک انبوہِ کثیر | بھیڑ اتنی تھی کہ اِسکا ناک میں دم آگیا
چند زخمی شخص بھی حمام میں آئے نظر | زخمیوں کا حال یہ دریافت کرنے ہی کو تھا
دیکھتا کیا ہی کہ اِک پتھر پڑا ہی سدِّ راہ | ٹھوکریں کھاتے ہیں آنے جانے والے بارہا
پر کسی کے دلمیں یہ آتا نہیں مطلق خیال | پھینکدیں اِسکو اُٹھاکر اس جگہ سے اور جا
گر کوئی کہتا بھی ہی پتھر ہٹانے کے لئے | تو جواب اُس شخص کو ملتا ہی یہ اس بات کا

کیا ہمارا کام ہے یہ ہم کوئی مزدور ہیں
کیا غرض اِس سے ہے ہمکو کیا ہی اِس سے واسطا

اتفاقاً اِک بھلا مانس چلا آیا وہاں | اُسنے وہ پتھر ہٹا کر ایک جانب رکھدیا

دیکھکر یہ ماجرا لقمان تھوڑی دیر میں
وہاں سے واپس لوٹ آیا اور آقا سے کہا

چلئے حضرت آج تو کوئی نہیں حمام میں
ایک ہی بس آدمی ہے اور نہیں اسکے سوا

اتنا سنکر ہو لیا آقا بھی اسکے ساتھ ساتھ
اور تھوڑی دیر میں حمام میں داخل ہوا

جب وہاں پہنچا تو دیکھا اک ہجوم ہے بڑا
دیکھکر انبوہ کو حیران و ششدر رہ گیا

نیلی پیلی آنکھیں کرکے یہ کہا لقمان سے
کیا کہا تھا پھر تو کہتا ہوں کہ مجھ سے کیوں چھپا

تو تو کہتا تھا وہاں ہے بس فقط اک آدمی
یاں تو ظالم تل بھی رکھنے کو نہیں باقی جگہ

سنکے یہ لقمان نے فوراً دیا اسکو جواب
بندہ پرور میں نے تو جو کچھ کہا تھا سچ کہا

ایک پتھر بیچ لگا ایسا پڑا تھا اس جگہ
ٹھوکریں کھاتی تھی جس سے آتی جاتی بارہا

ٹھوکریں کھاتے ہوؤنکو دیکھتی تھی خلق تو
پر ہٹانے کو کوئی پتھر کو ہٹاتا ہی نہ تھا

جسنے پتھر کو ہٹایا بس وہی ہے آدمی
ورنہ ہر اک شخص یوں تو بندہ ہے اللہ کا

آدمی کی صرف اک پہچان مجھکو یاد ہے
آپ سے بھی عرض کرتا ہوں وہ پہچان کیا ہے

کام انسانوں کا کرتا ہے وہی انسان ہے
ورنہ حضرت بعض ہیں انسان کے حیوان ہے

حریص آدمی

مل گئی اک شخص کو ایسی کہیں سے فاختہ
جو دیا کرتی تھی انڈا اک سونے کا سدا

بیچتا رہتا تھا انڈے جوڑتا رہتا تھا زر
تھوڑے دن میں پاس اُسکی کچھ اثاثہ ہوگیا

کچھ امیری کی بھی سب بو باس اسمیں آگئی
اور کچھ لالچ بھی اب اِس شخص کا بڑھنے لگا

ایک دن کہنے لگا یہ اپنے دل میں لالچی
مجھسے تو اب ہو نہیں سکتا یہ جھگڑا روز کا

فاختہ سے سب ذخیرہ کیوں نہ لے لوں آج ہی
روز کی امیدواری نے مجھے گھبرا دیا

سوچ کر یہ کر دیا ظالم نے اسکا پیٹ چاک
سر پٹک کر مرگئی کچھ دیر ہی میں فاختہ

جب نہ دیکھا ایک بھی سونے کا انڈا پیٹ میں
تب تو وہ ناداں اپنا سر پکڑ کر رہ گیا

طعنے پھر دینے لگا وہ سیکڑوں اپنے تئیں
اور دونوں ہاتھوں سے سر پیٹا کرنے لگا

واقعی دانشمندوں کا قول بالکل ہے سچ
حرص کر دیتی ہے آنکھیں بند انسان کی سدا

سوجھتی اسکو نہیں کچھ آنے والے وقت کی
خواہش بیجا میں کھو دیتا ہے اصلی فائدا

گدھے کی التجا

موسمِ گرما میں مانگی اِک گدھے نے یہ دُعا — موسمِ بارش کہیں جلدی سے آئے اے خدا

گھاس سوکھی چرتے چرتے میں بہت گھبرا گیا — تازی تازی دوب کو اب چاہتا ہے دل مرا

تھوڑے دن کے بعد آیا موسمِ برسات بھی — اور تازی گھاس چرنے کو اِسے ملنے لگی

لیکن اس موسم میں اسکا کام اتنا بڑھ گیا — بے غل و غش گھاس چرنے کا مزا جاتا رہا

جب گدھے کو موسمِ برسات نے اُکتا دیا — تو وہ جاڑے کی خدا سے التجا کرنے لگا

کچھ دنوں میں خاتمہ برسات کا بھی ہو گیا — اور کچھ سردی کا جب آغاز سا ہونے لگا

تو اِسے ہر وقت اِتنا کام میں پلنا پڑا — بے تکلف رینک لینا تک بھی دوبھر ہو گیا

بھوک کی برداشت کرتے کرتے یہ تھکنے لگا — جسم سارا ہڈیوں کی ایک مالا بن گیا

بوجھ ڈھوتے ڈھوتے اِسکی پیٹھ تک بھی لگ گئی — مرہم اور پٹی کی بھی پر کام نے مہلت نہ دی

وہ گدھا لوٹن وہ چرنا گھاس کا وہ رینکنا — وہ زمانہ گرمیوں کا یاد اب کرنے لگا

سر کو دُھنتا تھا وہ اور کہتا تھا دلمیں ہر گھڑی — وہ زمانہ اب کہاں ہے وہ خوشی اب کیا ہوئی

اب خدائے دو جہاں سے مانگتا تھا یہ دُعا — اب نہ بھولے سے بھی میں ایسی کرونگا التجا

لُطف پر تیرے تصدق مہربانی پر نثار — میرے مولا پھر دکھا دے مجھکو گرمی کی بہار

حاشا للہ اب نہ مانگونگا کبھی ایسی دُعا
اب نہ بھولے سے بھی میں ایسی کرونگا التجا

یہ تو قصہ جانور کا تمنے اے دانش کہا
جانور بھی احمق و بے عقل تھا بلکہ گدھا

میں نے دیکھا بعض انسانوں کا بھی شیوہ یہی
عیش موجودہ سے اپنے خوش نہیں ہیں کبھی

چھوڑ کر اس عیش کو وہ آگے رکھتے ہیں قدم
لیکن انکو کچھ نہیں ملتا بجز رنج و الم

دوستو میرا یہ کہنا ہے اسے تم مان لو
آنے والے وقت کو اسوقت پہ مقدم نہ دو

حالت موجودہ جو کچھ ہے غنیمت جان لو
کیا خبر کل کی خدا جانے کہ کیا ہو کیا نہ ہو

شاعر کی بردباری

ایک شاعر سے کسی نے یہ کہا
تمکو اکثر لوگ کہتے ہیں برا

وہ یہ بولا ان کا منھ انکی زبان
انکو بکنے دیجئے اے مہرباں

رنج مجکو کچھ نہیں اسبات کا
نکتہ چیں کہتے ہی رہتے ہیں برا

یہ تو عادت انکی ہے پیدائشی
وہ نہ سمجھائے سے سمجھینگے کبھی

سن کے شاعر کا جواب اسنے کہا
تو بھی تو گونگا نہیں مرد خدا

تو وہ نظم و نثر کے دریا بہا
بھول جائیں جس میں حاسد تیرنا

وہ تلاطم خیز ہو تیرا بیاں
جو ڈبو دے دشمنوں کی کشتیاں

ہنسکے شاعر نے کہا عالیجناب
آپ پہلے دیجئے اسکا جواب

آپکو کاٹے اگر کتا کوئی
تو بھنبوڑینگے اسے کیا آپ بھی

ہیں تو نا دانت ہیں اسکے برے
آپ کب ہیں بندہ پرور پوپلے

رکابی مذہب

توُنے دانش نہ کیا فکر ذرا بھی اب تک
آج دربار میں ہے سالگرہ کا جلسا

کوئی پڑھتا ہے قطعہ کوئی قصیدہ کوئی کچھ
تو بھی دربار میں جا کچھ تو وہاں پڑھ کے سُنا

آج ہر شخص کے لب پر ہے مبارکبادی
تو ابھی تک ہے اسی فکر میں اے مرد خدا!

کہ بڑے زور سے پھیلا ہے رکابی مذہب
جسکو دیکھو وہ بنا جاتا ہے اِسکا بندا

باوجودیکہ نہ ہے انجمن اسکی نہ سماج
اور نہ مدّاح کسی شخص کو اُسکا دیکھا

نہ پُرانوں نہ حدیثوں میں کہیں اسکا بیاں
اور نہ اسکا کوئی اوتار و پیمبر گذرا

پھر سبب کیا ہے ہوئی جاتی ہیں قومیں گمراہ
دین و ایمان کئے دیتی ہیں کیوں اُسپہ فدا

یوں پسند آیا ہو شاید یہ نرالا مذہب
دین کا فکر ہے اسمیں نہ خیال دُنیا

کوئی اسکا نہ خدا ہے نہ پیمبر نہ رسول
اِسکی شرکت میں نہیں فرض نماز و روزا

اسکا مطلب ہے خدا اور غرض اسکی نماز
جسکو چاہا اُسے پوجا جسے چاہا مانا

معتقد اُسکے بنے ہو گئے اُسکے پیرو
کام جس شخص سے کچھ اپنا نکلتا دیکھا

خواہ شیطان سے بدتر ہوں طریقے اُسکے
پر انہیں اُسکو فرشتوں سے بھی بہتر کہنا

ہاں میں ہاں اُسکی ملانا انہیں جھوٹی سچی
کوئی بیجا وہ کہے بات تو کہتے ہیں بجا

اُنکے عیبوں کو ہنر کہتے ہیں قسمیں کھاکر — شرم آتی نہیں کہتے ہوئے واللہ باللہ

دوست ہر شخص کو اپنا یہ بنا لیتے ہیں — دل کے لینے کا انہیں یاد ہے اچھا ٹٹکا

یہ ادا فہم وہی بات کیا کرتے ہیں
جسکا مشتاق رہا کرتا ہے سُننے والا

گر خوشامد کی یہ دنیا میں ضرورت سمجھیں — تو انہیں آپ نہ اسمیں بھی نکمّا پانا

ایک جاہل کو بنا دیتے ہیں لقمان حکیم — ایک ممسک کو بنا دیتے ہیں حاتم سے سوا

ایسے ناعاقبت اندیشوں کو کہتے ہیں عقیل — خرچ رکھتے ہیں جو آمد سے سوایا ڈیوڑھا

کبھی بدبخت کو کہتے ہیں سکندر طالع — کبھی نامرد کو رستم سا بہادر کہنا

اس خوشامد سے بھی گر کام نہ چلتا دیکھیں
تو انہیں کچھ بھی تامل نہیں کہنے میں خدا

قدر پابندیِ مذہب سے اگر انکی ہو — تو یہ اُسمیں بھی دکھا دیتے ہیں جوہر اپنا

سامنے لوگوں کے پھرتے ہیں بنے بگلہ بھگت — حال کُھلتا نہیں انکی مگر عیّاری کا

کبھی تسبیح لئے پھرتے ہیں سو دانوں کی — کبھی ماتھے پہ لگائے سریدھارن ٹیکا

کبھی عابد کبھی زاہد کبھی پنڈت بن کر — دیتے پھرتے ہیں زمانے کو یہ ظالم دھوکا

چھپکے کرتے ہیں گناہ ظاہرا پڑھتے ہیں نماز
اہلِ دنیا پہ نہیں کُھلتا ہے ان کا عُقدا

گر بُرائی پہ اُتر آئیں کسی کی یہ لوگ — تو بنا دیتے ہیں سچوں کو بھی خاصا جھوٹا

پارساؤنکو تو شیطان کا دیتے ہیں خطاب | اور بزرگی کا پنہاتے ہیں بدوں کو جاما

مستغیثوں کو سزا دیتے ہیں مجرم کی طرح
جرم سے کرتے ہیں مجرم کو بری الذّما

اور جو دیکھیں یہ کسی شخص سے لگتی بہتی | اُسکے دروازے پہ کرتے ہیں یہ کافر سجدا
اور جسوقت بگڑ جائیگی اُسکی قسمت | تو انہیں بھی نہ وہاں آپ دوبارا پانا
یہ ہری جگ تو تب ہی تک ہیں تمہارے اپنا | کھیت جب تک نظر آتا ہے انہیں سبزی کا

خشک ہو جائیگا جب کھیت تو یہ چل دینگے
دوستی پر نہ کبھی اُنکے بھروسہ کرنا

یہ ہیں مکار و دغاباز فریبی چالاک | بیوفائی و ریاکاری ہے اُنکا شیوا
مُنھ لگے ہوئے ہیں شخص نہایت ہی بُرے | سمّیت ہوتی ہے طاعون سے بھی انمیں سیدا

اُنکے کاٹے کا زمانے میں نہیں کوئی علاج
ایسا دوست نہیں جسنے - وہ دنیا سے گیا

یوں تو وہ کبھی ہے بُرا نقص ہو جسمیں کچھ بھی | پر نہ اتنا ہے بُرا جتنا کہ یہ شخص بُرا
گر کسی شخص کی عادت میں بُرائی ہو کوئی | اور بھلائی ہو طبیعت میں بُرائی سے سوا
تو بُرا ایسے بُرے کو نہیں کہتا کوئی | خوبیاں فاش نہیں کرتی ہیں اُسکا پردا
سیب کو پھینک نہیں دیتا ہے کوئی انسان | خواہ گل جاے کہیں سے کوئی اُسکا حصّا
اور جس شخص کا مشرب ہو رکابی مذہب | اُس سے نقصان نہ ہو خواہ کسی کو پہنچا

فائدہ بھی وہ کسی شخص کو پہنچائے اگر
تو بھی دل سے نہ کوئی سمجھے گا اُسکو اچھا

پھل کبھی ناگ پھنی کا نہیں چھوتا کوئی
خواہ وہ دور سے معلوم ہو کتنا ہی بھلا

انکے اوصاف ہر اک شخص کو معلوم نہیں
انکو پہچاننے والا ہے ہمارا راجا

وہی راجا ہے کہ ہو خلق و سخاوت جسمیں
اور ہو عاقل و ذی علم تو پھر کیا کہنا

میرے آقا میں یہ موجود ہیں ساری باتیں
علم و دانش کی یہاں بہتی ہیں گنگا جمنا

اسکے دربار میں پیری نہ چلے گی انکی
خواہ قرآن کا یہ کیوں نہ پہن لیں جاما

وید کے منتر انہیں یاد ہوں چاہے جتنے
خواہ کرتے رہیں یہ کتنی ہی پوجا سندھیا

حق نما اسکا ہے دل پاک نظر ہے اسکی
ایسے لوگوں کا یہاں جم نہیں سکتا سکّا

اسکو معلوم ہے ہر شخص کا ظاہر باطن
یہ پرکھ لیتا ہے یہ شخص ہے کھوٹا یہ کھرا

نہ سفارش کی یہ طاقت نہ شکایت کی مجال
کہ خیالات میں سرکار کے ڈالیں رخنا

میرے سرکار کو اللہ سلامت رکھے
یہی ہر وقت میرے دل سے نکلتی ہے دعا

جسقدر سال گھٹیں اُتنے ہی بڑھتے جائیں
یونہیں ہوتا رہے یہ سالگرہ کا دورا *

---

* واقعہ یکم دسمبر ۱۹۱۱ء کو یہ نظم بتقریب سالگرہ حضور پُر نور آقائے نامدار مہاراج رانا بھوانی سنگھ جی صاحب بہادر والیٔ ریاست جھالاوار کوٹھی ڈونگری پر پڑھی گئی ۱۲

عملی ہندو مسلم اتحاد کے نظارے

سالگرہ

* مبارک ہو نوابِ عالی حشم کو
بھتیجا بھی کیسا کہ فخرِ ریاست
مددگارِ تعلیم کا صدقِ دل سے

بھتیجے کی یومِ ولادت کا جلسہ
خزانہ جسے کہیئے علم و ہنر کا
نشانِ جہالت مٹا دینے والا

* آج سے سو برس پہلے جھالا ارش مہاراج رانا ظالم سنگھ بیکنٹھ باشی اور خلد آشیاں نواب امیر الدولہ والیِ ریاست ٹونک دونوں پگڑی بدل بھائی تھے اور آپس میں بے نظیر محبت رکھتے تھے - آجکل حضور امین الدولہ وزیر الملک نواب سر محمد ابراہیم علیخاں صاحب بہادر دام اقبالہٗ صولت جنگ - کے - سی - ایس - آئی - جی - سی - آئی - ای - والئی ٹونک اور شری حضور آقار نامدار مہاراج رانا بھوانی سنگھ صاحب بہادر دام اقبالہم فرمانروائے ریاست جھالاواڑ کے درمیان چچا اور بھتیجے کا رشتہ ہے اور آپسمیں اس درجے کی محبت ہے کہ

مثال انکی نہیں ملتی انہیں تشبیہ دوں کس سے ٭ کوئی ثانی نظر آتا نہیں اِن بے مثالوں کا

واقعہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو بتقریب جشن سالگرہ حضور مہاراج رانا صاحب بہادر ممدوح عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر پرتھوی ولاس پیلس جھالاواڑ میں رونق افروز ہوئے - اس موقع پر یہ نظم پڑھ کر سُنائی گئی تھی -

سمجھ میں لیاقت میں شائستگی میں
مروت محبت میں بے مثل و یکتا

شرافت میں رکھتا نہیں اپنا ثانی
یہ نیکی کا یہ پارسائی کا پتلا

اصول اسنے اپنے بنائے ہیں ایسے
یہ دنیا میں نام اپنا روشن کریگا

بھتیجا ملا ہو جسے اتنا قابل
ٹھکانہ ہے کچھ اسکی خوش قسمتی کا

چچا جسکے نواب والا گہر ہوں
فدا اسپہ پھر کیوں نہو ساری دنیا

وہ تقدیر والے چچا اور بھتیجے
یہ ہیں سامنے دونوں تشریف فرما

محبت کی زندہ مثالیں یہی ہیں
یہی فخرِ عالم ہیں فخرِ زمانہ

نہ کیوں ناز ہو ملکِ بھارت کو ان پر
مددگار انکا نہ کیوں ہو زمانہ

یہ ہندو و مسلمان شیر و شکر ہیں
اور اسپر چچا اور بھتیجے کا رشتہ

دوئی سے مبرا ہیں یہ پاک روحیں
اگر فرق ہے ان میں تو قالبوں کا

محبت نے پیدا کیا وہ تعلق
کہ نواب ہے باپ۔ راجہ ہے بیٹا

سلامت رہیں تا قیامت یہ دونوں
زمانے میں انکا رہے بول بالا

کرو انکی تقلید اے ہندوالو
بھلا چاہتے ہو گر ہندوستاں کا

تعصب کے نام ونشاں کو مٹا دو
بہا دو محبت کے گھر گھر میں دریا

زمانے کو اپنے موافق بنالو
زمانے کے تم ہو زمانہ تمہارا

بڑھانی ہے بھارت کی گر قدر تم کو
تو مانو تہِ دل سے دانش کا کہنا

* قطعہ تاریخ پیدائش صاحبزادہ محمد اسمٰعیل علیخاں صاحب بہادر

ہوا ہے آج اسماعیلِ ثانی ٹونک میں پیدا
ستارہ اوج پر اب اور پہنچے گا ریاست کا

یہ ایسے باپ کا بیٹا ہے جسکا نام لینے سے
ہر اک آفت سے ملجا تا ہے انسانوں کو چھٹکارا

یہ اُس راجہ کا بھائی ہے کہ جسکی قابلیت نے
جہالت کو بھی پیدا کر دیا تعلیم کا چسکا

نواب فرمائیے جسکے مربّی ایسے ایسے ہوں
وہ کس رتبہ کا ہوگا کون سے درجہ پہ پہنچیگا

بنے گا پیشوائے قوم وہ اپنی لیاقت سے
بجائیگا زمانے میں وہ اپنے نام کا ڈنکا

دُعا دیکر سُنا یہ مصرعۂ تاریخ اے دانش
کہ ہے یوم ولادت آج اسماعیلِ ثانی کا

۱۳۳۵ ہجری

* حضور کیوان حشم نواب صاحب بہادر کے مشکوئے معلی میں فرزند ارجمند پیدا ہوا۔ یہ فرحت افزا خبر سنتے ہی میرے آقا و نامدار اپنے پیارے بھائی کے لئے جشن کرنے سے لیکر ریاست ٹونک میں رونق افروز ہوئے واقعہ ۲۸ فروری ۱۹۱۷ء کو نذر نسلی کرنے پیش کرنے کی رسم بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ادا کیگئی اس موقع پر یہ قطعہ تاریخ پڑھ کر سنایا گیا تھا۔

چچا بھتیجے کی محبّت

زباں پر نام ہے اسوقت اُن دو پاک روحوں کا
کہ جنکی باہمی اُلفت کا نقشہ کھنچ نہیں سکتا

مثال انکی نہیں ملتی اُنہیں تشبیہ دوں کس سے
کوئی ثانی نظر آتا نہیں اِن بے مثالوں کا

مرے اس قول کی تائید اس منظر سے ہوتی ہے
یہ دیکھو سامنے ہے کسقدر پُر لطف نظارا

کہ خود اُلفت مجسم بنکے آ بیٹھی ہے مسند پر
کسی نے آجتک دیکھا کہیں اس شان کا جلسا

ذرا دیکھو بزرگوں کا ادب اسطرح کرتے ہیں
کہ جسطرح چچا کا کر رہے ہیں یہ مرے آقا

بزرگوں کا ادب کرنے میں جو کچھ لطف آتا ہے
بیاں میں کر نہیں سکتا بیاں وہ ہو نہیں سکتا

مزا اُس لطفِ بیحد کا دلِ سرکار سے پوچھو
کہ مسکن جسمیں ہے اخلاقِ ابراہیم ثانی کا

سرِ اقدس پہ جنکے آپکا دستِ مبارک ہے
بیاں وہ کر سکینگے اِس خوشی کا اِس مسرت کا

حضور پُر نور بندگانِ عالی نواب صاحب بہادر والئی ٹونک جھالا واڑ میں رونق افروز ہوئے واقعہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو حضور ممدوح و شری حضور عالی حشم مہاراج رانا صاحب بہادر والئی جھالا واڑ پرتھوی ولاس پیلس میں ایک ہی مسند پر جلوہ افروز تھے۔ دونوں ریاستوں کے امیر اُمرا حاضر دربار تھے چچا بھتیجے آپسمیں باتیں کرتے تھے باتیں کیا تھیں یوں سمجھئے کہ خود اُلفت ایک مجسم سانچے میں ڈھلکر دونوں کے بیچ میں آ بیٹھی تھی۔ العبد اُس وقت حاضر دربار تھا یہ پُر لطف اور شاندار نظارہ دیکھکر بے اختیار ہوگیا اور یہ چند اشعار سُنائے بغیر نہ رہ سکا ۱۲

او اب اس الفتِ نوابِ عالی جاہ کو دیکھو — دلوں میں اپنے اندازہ کرو انکی محبت کا
کہ کتنے چاؤ سے کس شوق سے تشریف لائے ہیں — ٹھکانہ ہے بھلا کچھ اس بزرگانہ نوازش کا
بھتیجے پر یہ صدقے ہیں بھتیجا انکا شیدائی — محبت تیرا کیا کہنا بڑا دلکش سماں باندھا
اگر جادو کوئی شئے ہے تو وہ سچی محبت ہے — اگر منتر ہے کوئی تو یہ ہے تسخیرِ عالم کا
جو سچ پوچھو تو یہ منظر سبق آموزِ عالم ہے — طریقہ یہ سکھاتا ہے حصولِ شادمانی کا
پڑے ہیں آپ کیوں ہندو مسلمان کے جھگڑے میں — انہیں چھوڑو اٹھاؤ لطف مل کر زندگانی کا

سنبھالو اپنی حالت کو بدل دو دیش کی قسمت
مٹا دو نام اپنے ملک بھر سے اس جہالت کا

محبت کی زندہ مثالیں*

اے نچھترانی سنگھ اے تقدیر والے واہ وا — نام تو نے کر دیا اونچا اور اپنے جنس کا
تھا تعلق ٹونک سے جو کچھ بھی ظالم سنگھ کا — تو نے وہ مستحکم اس سے اسوقت اتنا کر دیا

* حضور مہاراج رانا صاحب بہادر ولایت تشریف لے گئے تھے وہاں آپکے پوتا پیدا ہوا جب حضور ممدوح پوتے کو لیکر اپنی راج دھانی میں تشریف لائے تو حضور نواب صاحب بہادر اپنے پڑپوتے کو آشیرباد دینے کے لئے جھالاواڑ رونق افروز ہوئے اس موقع پر یہ نظم واقعہ ۱۶ فروری ۱۹۲۴ء کو سنائی گئی تھی

دے نہیں سکتا اُنکو چرخِ کج بھی جنبش کبھی — گردشِ دوراں کا قابو چل نہیں سکتا ذرا

اے محبت تیری طاقت میں بلا کا زور ہے — اپنی قدرت کا دکھایا خوب تو نے معجزا

اپنے پڑپوتے کو آیا ہے کھلانے کے لئے — آج جھالاواڑ میں سرتاج ساری ٹونک کا

دیکھکر دونوں رئیسوں کا یہ سچا اتحاد — یہ زمیں کیا آسماں بھی ان کے گُن گانے لگا

کیا عجب ہے پھول برسیں آپ پر بیکنٹھ سے — دیکھکر اسوقت کا یہ جلوۂ راحت فزا

روحِ ظالم سنگھ و روحِ پاک نواب امیر — دے رہی ہیں خُلد میں اپنے سپوتوں کو دعا

کہہ رہی ہیں اے ہمارے پیارے بیٹو آفریں — تمنے ہم دونوں کو پھر دنیا میں زندہ کر دیا

فرض ہوتا ہے سعادتمند بیٹوں کا یہی — کر رہے ہو تم جو دونوں آج مِل جُل کر ادا

جو تمہاری آرزوئیں ہوں خدا پوری کرے
دونوں ملکر خوب اُٹھاؤ زندگانی کا مزا

یہ تو وہ فرما رہے ہیں جو کہ ہیں بیکنٹھ میں — اب یہ نقشہ پیش ہے میرے دلی جذبات کا

اے مرے نواب اے راجہ مری پشت و پناہ — اے غریبوں بیکسوں کی درد کی دُکھ کی دوا

بندہ پرور آپ کے اس باہمی برتاؤ سے — آپ ہی دونوں کا کچھ تنہا نہیں ہے فائدا

بلکہ اک مخلوق ہو جائیگی اب کایا پلٹ — آپ نے بہبودیٔ دنیا کا ٹھیکہ لے لیا

ایک عالم آپ کے قدموں پہ رکھیگا قدم — اب ستارہ اوج پر پہنچیگا بھارت ورش کا

آپ جیسی ہستیاں قائم ہیں جب اس ملک میں — پھر کبھی چکّر میں رہیگی ہند کی تقدیر کیا

فی زمانہ لوگ جھگڑوں کو کیا کرتے تھے یاد — ہو چکا تھا سچی اُلفت کا یہاں سے خاتمہ

مر چکا تھا سیکڑوں برسوں سے نام ملکِ ہند
آپ دونوں کی مسیحائی نے زندہ کر دیا

ایک پُر لطف نظّارہ

ترکیہ بوہرے ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہیں اور تجارت کرنے کے لئے ایشیا اور افریقہ کے بھی مختلف شہروں میں گئے ہوئے ہیں۔ یہ تجارت پیشہ قوم ہے اور آپس میں اتنی محبت سے رہتی ہے جسکی مثال دوسری قوموں میں بڑی مشکل سے مل سکتی ہے اگر کسی قصبے یا شہر میں کسی ترکیہ بوہرے کا کام فیل ہو جائے تو یہ لوگ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ فوراً اُسے مدد دیکر اُسکے کاروبار کو چلا دیں۔ میں نے آج تک کسی ترکیہ بوہرے کو بھیک مانگتا ہوا نہیں دیکھا میں ان لوگوں کی اِس قومی محبّت کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔

یہ قوم تقدس مآب جناب بڑے مُلّا صاحب کے تابع فرمان ہے۔ یہ لوگ اُنہیں اپنا مذہبی پیشوا خیال کرتے ہیں۔ اُنکے حکم کی اِسطرح پابندی کرتے ہیں جیسے اہلِ شرع شریعت کے حکموں کی۔ اُنکا بے انتہا ادب کرتے ہیں۔ یہ سچّے دل سے اپنا سب کچھ اُنہیں کو سمجھتے ہیں۔

بڑے ملا [illegible]ب کا ہیڈ کوارٹر سورت میں ہے۔ کبھی ونش پانچ برس میں
وہ اپنے بھگتوں کی حالت ملاحظہ کرنے اُنہیں آشیرباد دینے کے لئے
دورہ کیا کرتے ہیں۔

پاٹن جو ریاست جھالاواڑ کا ایک مشہور قصبہ ہے یہاں بھی ان لوگوں کی
اچھی خاصی بستی ہے۔ جو لوگ یہاں آباد ہیں وہ پاٹن کو اپنی ماتر بھومی سمجھتے ہیں
واقعہ ۱۵ رفروری ۱۹۲۵ء کو بڑے ملا ہز ہولی نیس سیدنا مولانا طاہر سیف الدین
صاحب پاٹن تشریف لائے۔ پاٹن کے بوہروں نے تمام شہر کو نہایت خوبصورتی
کے ساتھ آراستہ کیا اور اُنکا استقبال بڑے شاندار پیمانے پر کیا گیا۔
اس تقریب پر پاٹن کے بوہروں نے واقعہ ۱۸ رفروری ۱۹۲۵ء کو جھالاواڑ
نریش ہز ہائینس مہاراج رانا بھوانی سنگھ جی صاحب بہادر دام اقبالہم
کو بھی مدعو کیا۔ جس وقت بڑے ملا صاحب اور حضور ممدوح کی آپس میں ملاقات
ہوئی ہے وہ منظر فی الحقیقت دیکھنے کے قابل منظر تھا۔ خلقت کے
ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع تھے کہیں تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی تھی اور سب سے
بڑی بات یہ تھی کہ ہندو اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد و محبت نے اس
شاندار جلسے پر چار چاند لگا دیئے تھے۔ ترکیہ بوہرے مارے خوشی
کے جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے اُنکے چہروں سے اس بات کا
پتہ چلتا تھا کہ وہ اس نعمت غیر مترقبہ کو اپنے گھروں پر مہمان دیکھ کر اپنی

خوش قسمتی پر محو حیرت بن گئے ہیں۔ اِدھر ترکیہ بوہروں کی یہ حیرت خیز شادمانی
اُدھر جھالاواڑ نریش اور بڑے ملّا صاحب کی آپس میں اخلاص و محبت کی باتیں
بڑا دلچسپ سماں باندھ رہی تھیں۔ میں بھی حاضرِ دربار تھا یہ دلکش منظر دیکھکر میرا
دل خوشی سے معمور ہوگیا۔ یہ اشعار جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں عین اُسی
موقع پر فی البدیہہ پڑھکر سُنائے گئے۔

بڑی تقدیر چمکی آج جھالاواڑ والوں کی — کہ ہے پیشِ نظر بے انتہا دلچسپ نظّارا
اِدھر ہے دیش کا مالک اُدھر ہے دین کا حامی — بڑا پُر لطف نقشہ کھینچ رہا ہے دین و دنیا کا
تمنّا اور کیا انسان کی اس سے سوا ہوگی — ٹھکانہ ہے بھلا کچھ اس ہماری خوش نصیبی کا
کہ دونوں شخص موجود ہیں بازار پاٹن میں — اِسی دنیا میں سودا ہو رہا ہے دونوں عالم کا

زیارت کیجئے دونوں جہاں کے تاجداروں کی
کرشمہ دیکھئے مولا کی شانِ کبریائی کا

انھیں پابندوں پہ ہوتی ہیں خدا کی بخششیں نازل — کھلا رہتا ہے اُنکے واسطے رحمت کا دروازا
جو اپنی قوم اپنے دیش پر دل سے تصدق ہیں — ادب کرتے ہیں جو قومی و ملکی رہنماؤں کا
یہ سب کے سامنے موجود ہے زندہ مثال اُسکی — میں اس سے اور بہتر کیا دکھاؤں آپکو نقشا

تمہارے گھر چلے آئے ہیں مالک دین و دنیا کے
نتیجہ دیکھ لو۔ پاٹن کے بوہرو اپنی یکجہتی کا

———

ڈھلمل یقین

*کسی شہر میں ایک رہتا تھا بنیا | وہ کرتا تھا دل سے فقیروں کی سیوا
اُسے لوگ کہتے تھے نیکی کا پُتلا | سمجھتے تھے بھگت اُسکو پرمیشور کا
وہ اِک دن کسی کام کو جا رہا تھا | کہ سادھو کہیں سے کوئی آ رہا تھا
مہاجن نے ملتے ہی پوچھا یہ اُن سے | ادب سے عقیدت سے سر کو جھکا کے
کہاں سے مہاراج تشریف لائے | بڑے بھاگ ہیں میرے درشن جو پائے

کہاں ٹھیرئیے گا کہاں جائیے گا
کہاں دھونی چیتے گی فرمائیے گا

وہ بولے کہ ہم صبح سے آ رہے ہیں | جہاں شام ہو گی وہاں جا رہے ہیں

وہیں رات کی رات لینگے بسیرا
سفر پھر ہے جس وقت ہو گا سویرا

اگرچہ یہ تقریر تھی سیدھی سادی | مگر سیٹھ کے گھٹ میں کچھ ایسی بیٹھی
وہ سمجھا کہ یہ کوئی کامل ولی ہیں | حقیقت میں یہ کوئی اچھے رشی ہیں
دلی آرزو میری بر لائینگے یہ | مقدر کو میرے بنا جائینگے یہ

* یہ ایک مشہور روایت ہے ناظرین کی دلچسپی کے لئے نظم کر کے پیش کرتا ہوں ۱۲

کہا سلئے اُسنکے قدموں پہ گرکر — کہ چلیئے مہاراج سیوک کے گھر پہ

کرونگا دل و جاں سے خاطر تمہاری
کہ سیوک کی عظمت ہے خدمت سے ساری

وہ بولے کہ ہمکو ضرورت نہیں ہے — فقیروں کو خاطر کی حاجت نہیں ہے
ہمارا ٹھہرنا نہ آسان سمجھو — بڑی دقتیں پیش آئینگی تم کو
نہ ہوگی کبھی تمسے خاطر ہماری — تواضع کرو تم یہ طاقت تمہاری
ہماری تواضع خدا کر رہا ہے — ہمیں بے طلب اُسنے سب کچھ دیا ہے
یہ جنگل سلامت رہے ایشور کا — یہاں چین سے عمر کٹتی ہے بیجا
بٹھاتا نہیں کوئی جب تک نہ بیٹھیں — اُٹھاتا نہیں کوئی جب تک نہ اُٹھیں
ترے گھر ٹھہرنا جو دو چار دن ہو — تو اُکتا کے کہنے لگے گا کہ چلدو

مجھے تو نے کیا اتنا بے عقل جانا
ترے گھر چلوں چھوڑ کر یہ ٹھکانا

یہ سنکر کہا سیٹھ نے بصد منت — بہت کی ہے یہ میں نے فقیروں کی سیوا
کبھی جھوٹ لیکن کسی سے نہ بولا — جو کچھ کہدیا بس وہی کر دکھایا
بھلا آپ سے اور جھوٹا ہو وعدہ — خیال آپکے دل میں کیونکر ہے آیا
چلو تو سہی میرے گھر میں خدا کی — مہر سے و کرم کے میرے [illegible]
کمر بستہ ہر وقت خدمت کروں گا — [illegible] تمہاری [illegible]

غرض سیٹھ جتنی جتاتا تھا اُلفت | فقیر اُس سے کرتا تھا اُتنی ہی نفرت
بڑی دیر تک اُن میں حجت ہوا کی | مگر سیٹھ کی آرزو بر نہ آئی

ہوا جب نہ اُس پر اثر گفتگو کا
چلا سیٹھ نے پھر خوشامد کا لٹکا

خوشامد مہاجن کی جب حد سے گزری | تو سادھو نے کی اپنی ظاہر یہ مرضی
بتائے ہمیں تو اگر ایسا باسا | جہاں بے تکلف کٹے چترماسا
اُٹھائے وہاں سے نہ دھونی ہماری | گزر جائے جب تک نہ برسات ساری
تو ہمکو نہیں عذر جانے میں کچھ بھی | ٹھہرنے میں حجت نہیں ہمکو کوئی

اگر دل سے کرتا ہے تو اسکا وعدہ
تو چل ہم ترے گھر پہ چلتے ہیں بچہ

یہ سنکر وہ بولا کہ اے میرے سوامی | یہ ادنیٰ سی چھوٹی سی کیا شرط باندھی
بھلا چترماسے کا کتنا زمانہ | ہے دنیا میں جب تک مرا آب و دانہ

مرے گھر کو اپنا ٹھکانہ سمجھئے
وہاں عمر بھر آپ بسرام کیجئے

غرض سیٹھ نے جب کیا پختہ وعدا | تو سادھو نے گھر اُسکے آسن جمایا
مہاجن نے کی دل سے سادھو کی سیوا | دقیقہ کوئی اُسنے باقی نہ چھوڑا
سمجھتا تھا [illegible] | پیا کرتا تھا روز چرنوں کو دھو دھو

سمجھتا تھا یہ بخشوائیں گے مجھکو

اِس آواگون سے چھڑائینگے مجھکو

گزرنے نہ پائے تھے دس پانچ دن بھی
کہ اک نازنیں سیٹھ کے پاس آئی

غضب کا تھا حُسن اور بلا کی ادا تھی
حسینوں میں وہ ایک ہی بے بہا تھی

تبسم پہ اُسکے تھے سو دین قربان
ادا دیکھکر ڈگمگاتے تھے ایمان

یہ اک معجزہ اُسنے آکر دکھایا
کہ لوہے کے ٹکڑے کو سونا بنایا

کبھی سنگِ خارا کے جوہر بنائے

کبھی ریت مٹّی کے گوہر بنائے

کرشمہ جو یہ سیٹھ نے اُسکا دیکھا
تو حیرت سے وہ ہوگیا ہکّا بکّا

کبھی چاہتا تھا قدم اُسکے چوموں
کبھی دل میں ٹھانی بلائیں ترے لوں

مگر رعبِ حسن اِسپہ چھایا ہوا تھا
اِسی ڈر سے خاموش بیٹھا ہوا تھا

وہ اِسطرح کی خوبصورت پری تھی
اداؤں میں باتوں میں وہ دلبری تھی

کہ شانِ خدائی نظر آرہی تھی
[illegible] کبھی جا رہی تھی

[illegible] اُسکی [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] تمہارا
[illegible]

[illegible] تمہارا
[illegible] ہوگا پیارا

مرے گھر کو دینگی ضرور آپ زینت
بڑھائینگی میرے مقدّر کی عظمت

وہ بولیں کہ میں سیٹھ جی لکشمی ہوں
یہاں رہنا اس شرط پر چاہتی ہوں

کہ یہ ایک سادھو جو بیٹھا ہوا ہے
بظاہر یہ نیکی کا پُتلا بنا ہے

حقیقت میں لیکن بڑا چاپلیا ہے
زمانے کے شہدوں کا یہ پیشوا ہے

ریاکار ہے یہ دغاباز ہے یہ
جفاکار ہے یہ فسوں ساز ہے یہ

اگر یہ چلا جائے اُٹھکر یہاں سے
تو پھر لکشمی کے ہوں اس گھر میں ڈیرے

مری اسکی برسوں سے چخ چل رہی ہے
لڑائی بھی ہم میں بارہا ہو چکی ہے

اگر میرا دنیا میں دشمن کوئی ہے
تو ساری خدائی میں بس ایک یہی ہے

نحوست ہے یہ میں اگر لکشمی ہوں
اندھیرا ہے یہ میں اگر چاندنی ہوں

جسے اس سے کاوش مجھے اُس سے اُلفت
جسے اسکی چاہت مجھے اُس سے نفرت

اگر تم کو بھی اس سے ہے کچھ محبت
تو تو بندگی میں بھی ہوتی ہوں رخصت

یہ کہکر چلیں لکشمی جی وہاں سے
مگر گر پڑا سیٹھ قدموں پہ اُنکے

کہا ٹھیرئیے ایسی جلدی نہ کیجیے
مری بھی تو کچھ عرض معروض سنئے

اگر بات سچی ہو تو [illegible]
جو بات ہو جھوٹی تو ہرگز نہ سنئے

نہیں مجھکو سادھو سے اُلفت ذرا بھی
اگر بات یہ ہے تو فقط اتنی ہی سہی

یہ اک دن کہیں سے چلے آرہے تھے — کہا میں نے سادھو سمجھکر یہ ان سے

مرے گھر مہاراج مہمان رہئے — یہیں چترماسے کے دن تیر کیجے

فقط ان سے یہ میرا وعدہ ہوا ہے — اسی واسطے انکو ٹھیرا رکھا ہے

گزر جائیگا کچھ دنوں میں وہ عرصہ — تو پھر لکشمی جی یہ گھر ہے تمہارا

میں انکو اسی وقت دھتکار دیتا — نہوتا اگر پاس اپنے سخن کا

لو آؤ تمہیں اور کمرہ بتا دوں
نہایت تکلف سے اسکو سجادوں

وہ بولیں کہ رہنے دے تو اپنا کمرا — گزارا یہاں میرا دم بھر نہوگا

میں رہتی ہوں تقدیر والونکے گھر میں — مرا کام کیا بدنصیبونکے گھر میں

تو اس اپنے کمرے پہ ریجھا ہوا ہے — ابھی جھونپڑی پر تو اترا رہا ہے

میں چاہوں تو سونے کی دنیا بنادوں — میں چاہوں تو ہیرے کی دنیا بنادوں

یہ دنیا میں جو کچھ نظر آرہا ہے — یہ میرا ہی سب کچھ رچایا ہوا ہے

میں یہ چاہتی تھی کہ یہ ساری حشمت — تجھے بخش جاتی کہ کر بادشاہت

مگر تیری تقدیر کا میں کروں کیا
رہا مجھسے ملکر بھی کنگلے کا کنگلا

یہ کہتے ہی جھٹ پٹ سدھاریں وہ فوراً — ادھر جوہری گوہر بغل میں دبا کے

لپکتا ہوا سیٹھ بھی پیچھے پہنچا — خوشامد و آداب سے پھر انکو لایا

اگر یہ سنتا تھا اُنکی ذرا بھی | کہے جاتا تھا ظالم اپنی ہی اپنی
اِسے تو اُسی اُسکی رٹ لگ رہی تھی | سمجھتا نہ تھا کچھ بھی سادھو کی بپتا

یہ ہوش و خرد اپنے سب کھو چکا تھا
اُسی کو سمجھتا تھا سب کچھ یہ اپنا

غرض چل سکی کچھ نہ سادھو کی پیری | رہی اُنکی پیری پہ غالب مُریدی
مہاراج کو چھوڑنا ہی پڑا گھر | چلے آخرش سیٹھ جی سے یہ کہکر

مبارک ہو بابا تمہیں گھر تمہارا
سلامت رہے ہمکو جنگل ہمارا

مہاراج جب اُنکے گھر سے سدھارے | تو خوش خوش یہ آئے کہ ہیں وارے نیارے
سمجھتے تھے ہمنے بڑا میر مارا | بڑے دشٹ کو آج گھر سے نکالا
نہ تھا کوئی اُنکی خوشی کا ٹھکانہ | سمجھتے تھے آج اپنا بدلا زمانہ
یہ کہتے تھے اب بادشاہی کرینگے | ہمارا ہی دم ملک والے بھرینگے
ہمیں قوم کا فخر دنیا کہے گی | ہمارا ہی خوش قسمتی مُنہ تکے گی

بنائینگے ہم جسکی چاہینگے قسمت
بگاڑینگے ہم جسکی چاہینگے عزت

غرض سیٹھ کے تو خیالات یہ تھے | مگر بھید قسمت کے برعکس نکلے
کہ وہ لکشمی باعثِ خوش نصیبی | وہ دولت کی حشمت کی ثروت کی کُنجی

جنگ یورپ

جرمن وار کے زمانے میں یہ ذیل کی نظمیں لکھی گئی تھیں - ان نظموں میں نہ تو شاعرانہ
مبالغے سے کام لیا گیا ہے نہ کسی کی بیجا ستائش یا مذمت کی گئی ہے بلکہ اخباروں
اور رسالوں سے جو کچھ حالات معلوم ہوتے رہے - الائز کی افواج نے
جس وفاداری اور دلی جوشِ مردانگی سے میدانِ جنگ میں کارنمایاں کئے ہیں
وہ بے کم و کاست ظاہر کر دیئے گئے ہیں -

اس بات سے دنیا میں کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ رعایا کا سب سے بڑا فرض
یہ ہے کہ وہ اپنے بادشاہِ وقت کی سچے دل سے وفادار ہو کر رہے - چنانچہ اہل ہند نے
جس وفاداری کا ثبوت اس جنگ میں دیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے
میں بھی چونکہ جہالانہ ریشش کی ادنیٰ رعایا کا ایک فرد ہوں اور میرے دلی نعمت
دولت برطانیہ کے ایک سچے دوست ہیں اسلئے میں بھی محض اپنی ڈیوٹی سمجھکر
اپنے پیارے دیش کے بھائیوں کو وفاداری پر ثابت قدم رکھنے کے لئے اپنے
ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں میدانِ جنگ کی یہ تصویریں نظم کی شکل میں کھینچ
کھینچ کر اخباروں اور رسالوں کے ذریعے سے مشتہر کراتا رہا - اب اپنے معزز
ناظرین کی دلچسپی کے لئے بھی اس کتاب میں چھپوا کر پیش کرتا ہوں -

سلطنت برطانیہ کی خوبیاں

(مرتبہ ۲۵ اگست ۱۹۱۴ء)

چاہتے ہیں خیر ہم کیوں تاجِ انگلستان کی
دولتِ برطانیہ پر ہو رہے ہیں کیوں فدا

اسکے اوصافِ حمیدہ ہم سنائیں آپ کو
مہربانی کرکے سُنئے غور سے انکو ذرا

ہو رہی تھی کچھ عجب حالت یہاں کی پیشتر
ہر طرف چھائی ہوئی تھی اک مصیبت کی گھٹا

پھنس رہی تھی کشتیٔ خلقِ خدا گرداب میں
ناموافق چل رہی تھی خوب تیزی سے ہوا

مچ رہی تھی ملک میں چاروں طرف اک لوٹ مار
سخت دشواری میں تھی دنیا یہاں کی مبتلا

راہ گیروں کے لئے قزاقیاں تھیں سدِّ راہ
جا پہنچنا منزلِ مقصود پر آسان تھا

لوٹ لیتے تھے لٹیرے قافلے کے قافلے
اِکّے دُکّے آدمی کا تو ٹھکانا ہی نہ تھا

کچھ سفر پر ہی نہ تھیں موقوف یہ دشواریاں
آدمی کو گھر میں رہنا بھی سفر سے کم نہ تھا

دن دہاڑے شہر میں پڑتے تھے ڈاکے آئے دن
فیصلہ ہوتا نہ تھا کچھ ظالم و مظلوم کا

اک لٹیرے ہی نہ تھے کچھ موجدِ ظلم و ستم
اور بھی رہتے تھے لاکھوں مشغلے ان کے سبب

گر سناؤں آپ کو دختر کشی کے چند ذکر
تو نہیں رہنے کا قابو میں کلیجہ آپ کا

ہائے کیسے سنگدل دنیا میں وہ ماں باپ تھے
گھونٹتے تھے اپنے ہاتھوں سے گلا اولاد کا

ظلم ہوتے تھے غلاموں پر بلا کے آئے دن
کچھ خیال آتا نہ تھا ہمجنس کو ہمجنس کا

وحشیوں سے بھی تھے بدتر اسکے سارے کام کاج
نشہ دولت میں کتنا ایسا بھی جو مخمور تھا

اور جس حاکم کے قبضے میں تھا کچھ نظم و نسق
یوں سمجھ لیجے کہ وہ فرعون بے سامان تھا

حکم وہ ہوتے تھے جاری آپکے اجلاس سے
خون ہو جاتا تھا جن سے بارہا انصاف کا

مذہبی پابندیاں تک کر نہ سکتا تھا کوئی
ظلم سا یہ ظلم تھا اندھیر سا اندھیر تھا

انکی جب سے سلطنت قائم ہوئی ہے ہند میں
امن کا آرام کا گھر گھر میں ڈنکا بج گیا

پوج رہے ہیں ہندو مندر میں دیوتا بے روک ٹوک
دے رہی ہیں مسجدیں اللہ اکبر کی صدا

جانور تک کو ستا سکتا نہیں ہے اب کوئی
آدمی پر ظلم کرنے کا تو ہے مذکور کیا

جن حبشیوں سے غلامی کے لئے جاتے تھے کام
دیکھیے اسوقت انکی ہو رہی ہے قدر کیا

انکو اس قابل بنایا جا رہا ہے آجکل
عمر بھر وہ منہ نہ دیکھیں گے کبھی افلاس کا

جس سفر کے نام تک سے کانپ اٹھتے تھے بشر
بن رہا ہے وہ ذریعہ بہتری خلق کا

جس طرف جانا ہے تم کو بے تکلف جائیے
پُر خطر مشکل سے پائینگے کہیں کا راستا

اب بھٹکتے ہی نہیں پھرتے مسافر راہ میں
ہے بجائے خضر کے اب ریل گاڑی رہنما

انکے قانونوں پہ بھی اپنی نگاہیں ڈالیے
ایک دریا بہہ رہا ہے ہر طرف انصاف کا

یاد ہوگا وہ دسمبر کا تمہیں منحوس دن
لاٹ صاحب پر جو دہلی میں ہوا تھا حادثہ

شہر والے جتنے ہوتے اس دن بازار میں
اور ہوتی سلطنت اسوقت گر فرمانروا

دیکھ لو تاریخ میں نادر کا وہ خونریز حکم
کر دیا تھا حشر کیا دم بھر میں سارے شہر کا

کٹ گئے اللہ کے بندے ہزاروں بے دریغ
گھٹتے گھٹتے خون سارے شہر میں بہنے لگا

بے گناہوں اور گنہگاروں میں رکھا کچھ نہ فرق
لاٹھ صاحب کا اگر صبر و تحمل دیکھئے
حکمرانی کے ہی قابل بس انہیں کی سلطنت
اِنکے ہی سائے میں ہونگے ایکدن ہم کامیاب

آئینہ جو صاف تھے تم نے اسکو کر دیا
منصفی کے نام پر کوئی نہ حرف آنے دیا
اِنسے بہتر ساری دنیا میں نہیں فرمانروا
اِن سے جو خواہش کرینگے وہ ہمیں مل جائیگا

اس لڑائی میں مرے مولا انہیں کی جیت ہو
سر جھکا دے اِن کے در پہ قیصر مغرور کا

بلجیم کی جاں نثاری

(مرقومہ یکم نومبر ۱۹۱۴ء)

مرحبا اے بلجیم کی سرزمیں
بج گیا دنیا میں یہ ڈنکا ترا
ہو گئے چوپٹ اگرچہ گھر کے گھر
کام آئے گو ہزاروں جاں نثار

اس بہادری پہ تیرے آفریں
یوں لڑا کرتے ہیں دیکھا ہو بہو
شہر سارے بن گئے ہیں کھنڈر
مچ رہی ہے ملک بھر میں ہاہا کار

تو بھی سرکوبی دشمن کے لئے
ڈٹ رہے ہیں جتنے باقی رہ گئے

یہ اولوالعزمی یہ ہمت دیکھئے | یہ دلیری یہ شجاعت دیکھئے
سلطنت لُٹنے کا غم کرتے نہیں | مرنے والوں کا الم کرتے نہیں
اسقدر پکے ہیں اپنی بات کے | مر مٹے لُٹ گھس گئے غارت ہوئے

پر نہ دشمن کا قدم بڑھنے دیا
انکا جب تک دم میں دم باقی رہا

کردیا برباد نظمِ قیصری | دشمنوں کی دل کی دل میں رہ گئی
اُنکو یہ سٹر تھی یہ اُنکو خبط تھا | اب ہمارے ہاتھ پیرس آگیا
اور پھر اُسپر بھی اتنا زعم تھا | دن مقرر کر چکے تھے فتح کا

لیکن ان ہمت وروں کے سامنے
خاک میں اُنکے ارادے مل گئے

ہوگیا برباد اگرچہ بلجیم | بن رہا ہے تختۂ مشقِ ستم
ہے گرفتارِ بلائے قیصری | ظلم کی کوئی نہ حد باقی رہی
شادمانی ملک سے رخصت ہوئی | چھا گئی چاروں طرف پژمردگی
بن گئے عشرت محل ماتم کدے | پُرفضا باغات جنگل ہوگئے
یادگارِ ہسٹری تھے جو مقام | مِٹ گیا اک دم کے دم میں اُنکا نام

۱؎ قیصر ولیم نے جسوقت بلجیم پر حملہ کیا ہے تو اپنی فوجی طاقت کے زعم میں پیرس (دارالخلافہ فرانس) میں داخل ہونے کی تاریخ مقرر کردی تھی۔

لہلہاتی تہیں جہاں پر کھیتیاں
پڑ رہے ہیں کھیت لاشونکے وہاں

قیصری شائستگی اتنی بڑھی
عقل کی آنکھوں پہ پٹی باندھ لی

جھونک دیں لاکھوں کتابیں آگ میں
یہ لکھا تھا بلجیم کے بھاگ میں

ہے کُتب بینی یہ جنکی زندگی
اُن سے پوچھو انتہا اِس ظلم کی

وہ مصیبت مُلک پر نازل ہوئی
بیکسی بھی دیکھکر گھبرا اُٹھی

ظلم کی بے رحمیوں کی داستاں
کر نہیں سکتی ادا کوئی زباں

لاڈلے بچے تھے جو ماں باپ کے
پاؤں میں گھوڑونکے وہ کُچلے گئے

جو لبِ نازک تھے قابل پیار کے
دشمنوں کے اُن پہ خنجر پھِر گئے

کیا سناؤں تمکو اُن ماؤں کے حال
گود سے چھینے گئے ہیں جنکے لال

سُن نہیں سکتے ہو تم یہ ماجرا
دل کہاں سے لاؤگے فولاد کا

دولتِ دنیا سے جو بیفکر تھے
پھنس گئے ہاتھوں میں وہ افلاس کے

کُود پڑتے تھے جو دُکھ میں غیر کے
وہ تڑپتے ہیں مدد کے واسطے

ڈھو رہے ہیں فوج کی بیگار آج
جن سروں پر کل رکھا جاتا تھا تاج

جو بنے تھے ہونٹ ہنسنے کے لئے
اُن پہ مایوسی کے پہرے آ گئے

وقف تھے گھر جن کے اوروں کے لئے
پھر رہے ہیں دربدر وہ جھونپڑے

طوطئِ خوش لہجہ رہتے تھے جہاں
بس گئے زاغ و زغن آکر وہاں

یہ تباہی رنگ لائے گی مگر — دشمنوں کے یہ کچل ڈالے گی سر
گر سلامت ہے دمِ برطانیہ — نام مٹ جائیگا جرمن قوم کا
اب نہیں اسکو زمانے میں قیام — اب ہوئی جاتی ہے سب ٹرکی تمام
حامیانِ دولتِ برطانیہ — لے چلے مٹھی میں پیغامِ قضا
سورما پہنچے ہیں ملکِ ہند سے — طبقۂ جرمن اُلٹنے کے لئے
خود نمائی قیصرِ مغرور کی — دیکھ لینا خاک میں ملجائے گی

فرض ہے دانش یہی انسان کا
ایسے بے رحموں کا کردے خاتمہ

ہندوستانیوں کی جواں مردی

مرتبہ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۴ء

[illegible]تے ہیں نام یورپ میں جوانمردانِ ہند — دے رہی ہیں اپنے اصلی خاندانوں کا پتا
[illegible]ہی ہے انکی عالی ہمتی خم ٹھوک کر — اب کئے دیتے ہیں سارے دشمنوں کا خاتما
لڑ رہی ہیں کے ہندو اور مسلمانوں کی فوج — دونوں قومیں کر رہی ہیں نام اپنے ملک کا

تھوڑے ہی دن میں تجھے ثابت کئے دیتے ہیں ہم

شیرِ انگلستان سے لڑنے کا یہ انجام تھا

اِن دلیروں اِن جوانمردوں کی راحت کے لئے | کر رہی ہے سلطنت سامان گو ہر طرح کا

فرض ہے یہ ہندوالوں کا بھی اے دانش گر

اِن کے آراموں پہ کر دیں اپنے عیشوں کو فدا

شاہِ بلجیم کا استقلال

(مرتبہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۱۴ء)

بلجیم پر جرمنی والوں نے جب قبضہ کیا | مُلک میں چاروں طرف ماتم بپا ہونے لگا

وہ بلا کے پُر غضب نازل ہوئے قہر و ستم | ظلم بھی اپنا کفِ افسوس مَل کر رہ گیا

کیا سناؤں آپکو تفصیل ظلمِ قیصری | ٹکڑے ہو ہو جائیگا سُنکر کلیجہ آپ کا

لختِ دل لختِ جگر کا جب نظر آتی تھی لاش | جوشِ اُلفت سے تڑپ اُٹھتی تھی ماں کی مامتا

ذبح ہوتے دیکھتی تھیں شوہروں کو بیویاں | ہو رہا تھا پیاری پیاری اُلفتوں کا خاتمہ

قتل ہوتے تھے عزیزوں کے مقابل میں عزیز | کٹ رہا تھا سامنے بھائی کے بھائی کا گلا

اور اُسیرِ ظالموں کے یہ تشدد یہ ستم | دیکھنا شکوہ نہ کرنے پائے کوئی ظلم کا

لشکرِ قیصر کے آدم خور وحشی آدمی | نام غارت کر رہے تھے مغربی تہذیب کا

جاندار وں کو سمجھ رکھا تھا اک بے جان چیز
آدمی کو جانتے تھے ایک تنکا گھاس کا

کاٹتے ہیں فصل پر جسطرح کھیتی کاشتکار
کٹ رہی تھی اسطرح شہر و نمیں مخلوقِ خدا

بیگناہی تک رہی تھی جانب چرخ بریں
نیکیاں چلا رہی تھیں ہائے یہ کیا ہو گیا

چیخ اُٹھیں بے رحمیاں تک اس ستم کو دیکھکر
دِل دہل اُٹھا کلیجہ پھٹ گیا بیداد کا

لیکن استقلال شاہِ بلجیم کا دیکھئے
اُس مہا شکتی نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا

ہارتے ہیں ایسی باتوں سے کہیں مردوں کے دل
زخم کھا کر حوصلہ گھٹتا نہیں ہے شیر کا

دیکھ لو میدان میں وہ ڈٹ رہا ہے سور بیر
آرہی ہے اُسکی عالی ہمتی سے یہ صدا

جسقدر کرنے ہیں تجکو ظلم کر لے جرمنی
میں نے پتھر کا نہیں فولاد کا دل کر لیا

مرتے دم تک میں رہونگا قول پر ثابت قدم
حرف میری وضعداری پر نہ آنے پائگا

میو کالج کی تعلیم کا اثر

(مرتبہ ۱۰ / جنوری سنہ ۱۹۱۵ء)

ہے بجا اے میو کالج فخر تو جتنا کرے
فرض اپنا کر دیا اچھی طرح تو نے ادا

نکتہ چینی جو کیا کرتے تھے یہ تعلیم پر
کر دیا کرتی ہے کم یہ آدمی کی بیرتا

اُن پہ ثابت کر رہی ہیں تیرے شاگردِ رشید
دیکھ لو سید ان میں آکر اثر تعلیم کا

بن رہے ہیں وہ مجسم اِک لڑائی کی مشین
ہو رہی ہے آج اُن پر خود جوانمردی فدا

آج وہ پہلی سی خوبو اُن رئیسوں میں کہاں
ہے خیال اُنکو کہاں اب عیش کا آرام کا

ہمتِ عالی نے اُنکو کر دیا کایا پلٹ
اور ہی کچھ اُن مہاپرشوں کا عالم ہو گیا

ہو گئی رخصت امیری عیش طلبی مٹ گئی
رہ گئی باقی فقط اک بیرتا ہی بیرتا

یہ شجاعت یہ جوانمردی یہ دم خم دیکھئے
کر رہے ہیں وہ بلاؤں کا اکیلے سامنا

کڑکڑاتی ٹھنڈ سے پالا پڑا ہے اک طرف
دوسری جانب ہے لشکر دشمنِ خونخوار کا

آہنی دیوار بن کر ڈٹ رہی ہیں وہ مگر
کھینچ رہا ہے صاف نقشہ راجپوتی شان کا

بڑھ رہا ہے اُنکے سینوں میں وفاداری کا جوش
گھٹ رہا ہے قیصرِ بیداد گر کا حوصلہ

مل رہی ہیں خاک میں جرمن کی وہ شیخیاں
ابتدائے جنگ میں جنکا نہایت زور تھا

ذکر اُنکے روز چھپتے ہیں یہی اخبار میں
آج اِدھر دشمن کو گھیرا کل اُدھر پسپا کیا

موجزن ہے اُنکی رگ رگ میں وہ خونِ مردمی
یاد جس سے پھر گیا گزرا زمانہ آ گیا

مر چکا تھا سینکڑوں برسوں سے نام ملکِ ہند
آج اُنکی اِس مسیحائی نے زندہ کر دیا

سلطنت کے رُکنِ اعظم اُنکے جوہر دیکھکر
اپنے اپیچوں میں اب کہنے لگے یہ برملا

فتح ہوگی جب ہماری اے وفادارانِ ہند
حق تمہاری جاں نثاری کا نہ بھولا جائیگا

فتح ہوگی جب ہماری اے وفاداران ہند | حشر تمہاری جاں نثاری کا نہ بھولا جائیگا

یہ تمہاری مردمی بھی فتح میں ہوگی شریک
رنگ لائیگی یہ خونریزی نہایت خوشنما

اے ہمارے سر کے تاج ملک کی روحِ رواں | نام تمنے کر دیا پیدا ہر اپنے ملک کا
فتح کرکے جلد لوٹو منتظر ہیں اہل ہند | [illegible] آپکے قدموں پہ ہو گا فدا
آؤ ہم آنکھیں بچھا دینگے تمہاری راہ میں | [illegible] ذرہ ذرہ ملک کا ہو جائیگا

کیا کہیں کیا کیا کرینگے آپ کے آنے پہ ہم
کھینچ نہیں سکتا ہے نقشہ شوقِ استقبال کا

رام کے آنے پہ جو کچھ بھی کیا تھا بھرت نے | اُس سے ہرگز کم نہو گا خیر مقدم آپ کا

کیونکہ وہ سب کچھ تھے تم اُنکے مقابل کچھ نہیں
اس نہونے پر بھی لیکن نام تمنے کر دیا

یہ تو اُنکا ذکر تھا جو لڑ رہے ہیں جنگ میں | گاڑ دینگے جو دلِ قیصر میں جھنڈا فتح کا
حال اب اُنکے بھی سنئے جو یہاں موجود ہیں | کر رہے ہیں پست یہ بھی دشمنوں کا حوصلہ
دے رہے ہیں یہ مدد ہر کام میں ہر بات میں | کر رہے ہیں حق وفاداری کا گھر بیٹھے ادا
کود پڑنے کو ہیں یہ تیار جلتی آگ میں | ہو اشارہ گر ذرا بھی شاہِ انگلستان کا
آجکل کرتے نہیں یہ اور کوئی کام کاج | صرف اِک تدبیر پامالی دشمن کے سوا
یا دلیرانِ وطن کی راحتوں کے واسطے | کر رہے ہیں انتظامِ فرحت افزا اے نیا

کر رہے ہیں یا اپیل امداد کا ہر شخص سے
کر سکو جتنی وفاداری وہ کر لو اہلِ ہند
یہ سمجھ لو قیصرِ ولیم کا کچھ ہوتا نہیں
دیکھئے نا بلجیم کو فتح کر لینے کے بعد
ہاں بجز اِسکے کہ لاکھوں کھپ گئی اُسکی سپاہ
اور کچھ اِسکے سِوا اُسنے کیا ہو تو کہو
اور جس حالت میں دنیا بھر کی چیدہ طاقتیں
تو بھلا مقدور ہی اُسکا جو زندہ رہ سکے
یہ نہایت خوش نصیبی ہے تمہاری بھائیو
اب مزا جب ہے کہ وہ جوہر کُھلیں میدان میں
دیکھکر تب تمہارے دنگ رہ جائیں حریف
لطف جب ہے فتح کا سہرہ تمہارے سر بندھے
ایشور کا نام لیکر سورمیرو چل پڑو
بلجیم کے خون کا بدلہ نکالو اِسطرح
عہد شکنی پھر نہ کرنے پائے دنیا میں کوئی
گونج اُٹھی ہے یہ انکی انڈیا بھر میں صدا
اِس سے اچھا اور موقع پھر نہ ہرگز آئیگا
اُسکی سرکوبی کو کافی ہے فقط برطانیہ
بادشاہِ جرمنی نے آج تک کیا کر لیا
اور مفتوحہ علاقہ بھی بہت سا چھن گیا
ایسی صورت میں سمجھ لیجے کہ اب ہونا ہے کیا
کر رہی ہیں خوب سرگرمی سے اُسکا سامنا
حوصلہ اُسکا ہی کیا ہمت ہی کیا بنیاد کیا
جنگ میں سرکار نے تمکو بھی شامل کر لیا
صدقے ہو ہو جائے تم پر اُلفتِ برطانیہ
ہر دلِ مغرور سے نکلے صدائے مرحبا
نام ہو جائے زمانے بھر میں بھارت ورش کا
حشر کر دو جرمنی کے ملک میں جا کر بپا
نام تک بھی پھر کوئی لینے نہ پائے ظلم کا
مرتبہ گھٹنے نہ پائے پھر کسی تحریر کا[1]

[1] بادشاہ جرمنی سے جب یہ کہا گیا کہ بلجیم کو تمام بڑی بڑی سلطنتوں نے غیر جانبدار رکھنے کا معاہدہ کر لیا ہے اور اُس عہد نامہ پر جرمن گورنمنٹ کے بھی دستخط ہیں تو یہ جواب ملا کہ جنگ کے موقعوں پر عہد ناموں کی ردّی کاغذ کے ٹکڑوں سے زیادہ وقعت نہیں کیجا سکتی۔

امن و آزادی کا دنیا بھر میں جھنڈا گاڑ دو
رہ سکے زندہ نہ کوئی دشمنِ خلقِ خدا

آفریں اے میو کالج اِس تری تعلیم پر
جس نے ٹھیکہ لے لیا بہبودیٔ مخلوق کا

دے رہے ہیں وہ صلاحیں تیرے شاگردِ رشید
فائدہ مدّ نظر ہے جن سے ہر انسان کا

کر رہے ہیں کام ایسے جنگ کے میدان میں
جن سے رُتبہ بڑھ گیا دنیا میں ملکِ ہند کا

ہو رہا ہے اُنکے کرتب سے یہ آدانش عیاں
اِسقدر بڑھتا نہ ہرگز دشمنوں کا حوصلہ

طبقۂ جرمن اُلٹ دیتا اکیلا ملکِ ہند
سلسلہ کافی اگر ہوتا یہاں تعلیم کا

گوکھلے کا نوحہ

(مرتبہ ۱۵ فروری سنہ ۱۹۱۵ء)

سرزمینِ ہند کی قسمت کا چکّر دیکھئے
دن ابھی نکلا ہی تھا افسوس سورج چھپ گیا

وقت آیا تھا چمک اُٹھتے نصیبے قوم کے
وائے قسمت ہائے بدبختی اندھیرا چھا گیا

اے اجل کمبخت تو نے آج بھارت ورش سے
وہ جواہر لے لیا جو اسکے گھر میں ایک تھا

کر دیا کنگال اسکو تیرے ظالم ہاتھ نے
اسکا وہ بیٹا لیا تو نے جو فخرِ قوم تھا

کون اسکے اور بچوں کی کریگا پرورش
مُنھ تکے گی کسکا یہ ڈھونڈھے گی کسکا آسرا

اب سنائیگی کسے یہ درد دلکی داستاں
دمبدم اب کون دیگا اس مریضہ کو دوا

کون اس کھیا کی اب کرتا رہیگا دوڑ دھوپ
کون ہے وہ مرد میداں کسکا اتنا حوصلہ

کسکے برتے پر یہ اب کاٹیگی اپنی زندگی
سلطنت پر کون اسے ثابت کریگا باوفا

کون واقف ہے ہماری بیکسی کے حال سے
کون ہے غمخوار اپنا کون ہے درد آشنا

کون گرداب بلا سے اب نکالیگا ہمیں
کون کھیویا بنے گا ٹوٹی پھوٹی ناؤ کا

کون صیقل پر چڑھائیگا ہماری عقل کو
کس سے بیڑا اٹھ سکیگا لازمی تعلیم کا

کون تقریریں کریگا کونسل میں بے دھڑک
کون ذمہ ور بنے گا بہتری ملک کا

کون ہندو اور مسلمانوں کا ہے سچا رفیق
کون یوں چاہیگا دل سے دونوں قوموں کا بھلا

کس سے ہوگی گوکھلے کی طرح ایسی بندگی
کونسا ہے ایسا سچا بھگت ملک ہند کا

مل گئے جسکی بدولت ہمکو بھیتر سے حقوق
مرنے والے نے مگر چاہا نہ ہمسے کچھ صلا

اتنا سستا کون سا لیڈر ملیگا قوم کو
کونسی دنیا سے ہم لائینگے ایسا پیشوا

کون کر دیگا تصدق ملک پر یوں زندگی
کونسا ہے وہ بہادر کونسا ہے سورما

ہائے اے بے رحم اے خونخوار اے ظالم اجل
اے ستمگر بے مروت سنگدل کا فر قضا

تیرے اس ظلم و ستم نے آج بھارت ورش میں
اس سرے سے اُس سرے تک حشر برپا کر دیا

کیا ابھی روئے ہیں ہم رونے کے اب آتے ہیں دن
دیکھنا اُس روز ماتم ملک میں ہوتا ہے کیا

فتح ہوگی دولتِ برطانیہ کی جب کبھی
دشمنوں کا نام بھی یاں سے جب مٹ جائیگا

خوں بہا پائینگے اپنا جب وفادارانِ ہند
جب مقدر اوج پر پہنچے گا بھارت ورش کا

خیر خواہِ تاج سمجھیگی ہمیں جب سلطنت
بادشاہِ وقت جب بتلائیگا ہمکو باوفا

جب حکومت اپنے سینے سے لگائیگی ہمیں
جوش زن جس وقت ہوگی رحمتِ برطانیہ

پھیل جائینگے یہاں گھر گھر میں جب عید و بہار
مفسدی جب باندھ لیگی اپنا بدھنا بوریا

میہماں بنکر یہاں آئینگے جب عیش و نشاط
ہر طرف سے ابرِ رحمت خوب گھر کر چھائیگا

یاد آئینگے ہمیں اُس وقت محشر گو کھلے
لطف سارا خاک میں [illegible]

جب کرینگے ہم یہ آپس میں ہر اک بات چیت
تو کھلے جو چاہتا تھا آج ہمکو مل گیا

جس چمن کو سینچتا رہتا تھا بھارت کا سپوت
بن رہا ہے وہ نمونہ آج باغِ خلد کا

جس گھڑی جس وقت آنے کا تھا وہ منتظر
شکر ہے پرماتما کا وہ زمانہ آگیا

کاش [illegible] آج کے دن وہ ہمارا دیش بھگت
یہ گھڑی یہ وقت وہ آنکھوں سے اپنی دیکھتا

کیا کہیں اُس وقت کیا ہونگی دلوں کی حالتیں
ملک میں جس وقت ہوگا یہ سماں چھایا ہوا

لیکن ہے افسوس اب تو اُس کا نہیں کوئی علاج
اب تو وہ آ ہی گئی آنی تھی جو ہم پر بلا

رونے دھونے سے نہ ہوگا دور یہ رنج و قلق
مرنے والا اب نہ اس دنیا میں واپس آئیگا

اب تو وہ تدبیر کرنی چاہیے اے اہلِ ہند
غم غلط ہوتا رہے جس سے کہ بھارت ورش کا

یہ ہماری آرزو تھی یہ ہماری سرزمیں
[illegible] سے کر لے نہ اپنا

اے سعادتمند بھارت کے سپوتو لو اُٹھو
حقِ فرزندی ادا کرنے کا موقع آگیا

بچے بچے کو پڑھا دو دیش بھگتی کا سبق
سارے بھارت ورش میں دریا بہا دو پریم کا

چھوڑ دو ہندو مسلمانوں کے جھگڑے بھائیو
اب سوال اُٹھنے نہ پائے مذہبی تفریق کا

تاجِ انگلستان پر اپنے کو کر دو تم نثار
قیصرِ مغرور کا دنیا سے کر دو خاتمہ

شہنشاہِ روس کی عالی ہمتی

مرتبہ ۲۵ ؍ فروری سنہ ۱۹۱۵ء

ہٹا ڈالے ہزاروں گھر شرابِ ارغوانی نے
خزانے کر دیئے برباد اسکی مہمانی نے

لگایا جسنے منہ اسکو بنایا ہمنشیں اپنا
اُڑا کر ہی اُسے مانی یہ بُرقع بیحیائی کا

جوانمردوں کی عالی ہمتی برباد کر ڈالی
دماغی قابلیت سلب کر لی عقلمندوں کی

نہ رہتی تھی کمی جنکے گھر میں مال و دولت کی
انھیں اسکی بدولت بھیک بھی مانگی نہیں ملتی

حسینانِ جہاں کہتے تھے جنکو یوسفِ ثانی
ملا دی خاک میں اُن دلبروں کی شکلِ نورانی

جوانمردی میں جو مشہور تھے شیرِ نیستانی
بنے بیٹھے ہیں نامردی میں وہ استوفت لاثانی

لیاقت جنکو کہتی تھی کہ یہ میرے نمونے ہیں
وہ دیوانوں میں گنتی ہیں وہ جاہل جنکے پیچھے ہیں

گلوں میں سینکڑوں کے طوقِ لعنت اسنے ڈلوائے
گھرانے کے گھرانے اسنے ملیامیٹ کروا ڈالے

لکھا یعنی ہے آزادی سے یہ پٹہ غلامی کے
پڑھو دنیا کی تاریخیں اگر تم ہو پڑھے لکھے

رئیسوں بادشاہوں کی مٹا دیں ہستیاں اپنے
بجائے تاج شاہی دیدئے کاسے گدائی کے

شرافت کو نہایت ناز تھا افعال پر جنکے
اسی کافر کے باعث ہو رہے ہیں انکے یہ نقشے

فضیحت نے کیا دنیا میں انکو اسقدر رسوا
یقیں بے اعتباری کے بھی دل سے اُٹھ گیا انکا

خدائی خوار ہیں لیکن نہ چھوڑا جام و مینا کو
نہیں معلوم یہ کیا ہو گیا ہے اہلِ دنیا کو

خدا جانے اِسے آتا ہے ایسا کونسا جادو
کہ باغِ ہستیٔ عالم کو ہے مرغوب اِسکی بُو

گدائے زار رشیا مرحبا تیری لیاقت پر
ہزاروں آفریں تحسین لاکھوں تیری ہمت پر

مٹا کر تو نے اس کافر کی اپنے ملک سے ہستی
ظفر کی فتح مندی کی بڑی اچھی بنا ڈالی

بڑھی جاتی ہے فوجوں میں نہایت ہی جوانمردی
رگوں میں خون دوڑانے لگی بیحد الوالعزمی

اُتر جائیگا بہت سا لب شاہ جرمن تیری تحریک کا
ذرا دم لے ٹھہر جا وقت آتا ہے قیامت کا

یہ تھوڑی سی ہی جو تو نے پیشقدمی آجکل کی ہے
یہ تیرے واسطے کیا نیک فالی کی نشانی ہے

ذرا سردی کو ہٹنے دے ابھی تیری خبر لینگے
اکیلے روس والے ہی ترے چھکے چھڑا دینگے

یہ دعوے تو نہیں مجکو کہ تو ناری ہی آر کا
مگر ہاں فتح یابی کے لئے اب مُنہ کو دھو رکھنا

یہ مانا چند ایجادوں میں تو اوروں سے بڑھکر ہے
مگر ہیں سعد بیروں نے نکالی ہے عجب یہ شے

کہ جسنے سرزمینِ روس کی حالت بدل ڈالی
جدھر دیکھو نظر آنے لگی ہستی و جاہ کی

جہاں دیکھو نظر آتی ہے آشتی ہی خوشحالی
کسی فرد بشر کی جیب اب بھی نہیں خالی

جدھر دیکھو ادھر سنجیدگی کا دور دورا ہے
پریشانی کا دھڑکا ہے نہ بیتابی کا کھٹکا ہے

ضرورت کے لئے ہر آدمی تیار بیٹھا ہے
جوانمردی کا گھاٹا ہے نہ غیورونکا ٹوٹا ہے

اتاری ہے پری رو ان جوانمردوں نے شیشے میں
گرفتار بلا ہے ایک عالم جسکے پھندے میں

بھلا کیا تیری ہستی ہے تو اس سے فتح پائیگا
تو ایسی ہمت عالی کہاں سے لیکے آئیگا

مسخر ہو نہیں سکتا وہ دنیا میں کسی سے بھی
عنان نفس اپنے ہاتھ میں جس شخص نے لے لی

مخاطب ہو ذرا اب تم بھی اے بھارت کے باشندو
ہمارے بھائی بندو آج کے گلگونکے متوالو

کسے منہ سے لگاتے ہو کسے اپنا بناتے ہو
تم اس کافر کے اس مکار کے جھانسوں میں آتے ہو

کہ جسکا چاہنے والا نہیں رہتا کسی گوں کا
خدائی خوار پھرتا ہے جہاں میں اسکا متوالا

کہاں غافل پڑے ہو کس جگہ بدمست بیٹھے ہو
لو اٹھو ہوش میں آؤ زمانے پر نظر ڈالو

تہ و بالا ہوئی جاتی ہے دنیا کچھ خبر بھی ہے
مرے شیرو ذرا اتنا تو کہدو کسقدر پی ہے

کہ اب تک ہوش غائب ہیں ابھی تک بہکی باتیں ہیں
یہ کیا حالت تمہاری ہے بھلا یہ کیسی باتیں ہیں

کہ دنیا تھرتھرا اٹھی ہے توبہ کی صدا سنکے
مگر تم اتنے غافل ہو کہ اب تک بھی نہیں چونکے

اگر اپنا اور اپنے ملک والوں کا بھلا چاہو
تو پہلے اس شراب ارغوان کو بھاڑ میں جھونکو

پھر اپنے بادشاہ وقت پر قربان ہو جاؤ
وہ جو کچھ بھی مدد چاہیں تم انکو بے تکلف دو

یہ مانا تم نہتے ہو نہیں لڑنے کے قابل ہو
مگر اتنا تو کر سکتے ہو تم ۔ اچھا یہی کر لو

شرابوں کے نہ پینے سے بچت جو کچھ رہے تم کو
وہی پونجی تم اپنی جنگ کے فنڈ میں دیدو
تو اب انصاف سے کہہ دو کہ یہ تدبیر کیسی ہے
یہ کچھ نقصان کی ہے یا تمہارے فائدے کی ہے
ہماری رائے میں تو یہ نہایت فائدے کی ہے
کہ جسمیں دونوں جانب سے بھلائی ہی بھلائی ہے

اُدھر سرکار خوش ہوگی تمہاری خیر خواہی سے
اِدھر تم بچ رہو گے اپنی آئندہ تباہی سے

تبریز میں قتل عام

(مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

کیا تبریز میں جسوقت قتل عام ترکوں نے
جدھر دیکھو نظر آتے تھے حیرت خیز نظارے
مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں پہ چلتی تھیں
دِلوں سے مرنے والوں کی بڑی آہیں نکلتی تھیں
بڑی حسرت سے رو رو کر یہ چلاتے تھے ایرانی
نہیں بہا ہے اے ترکو تمہیں ایسی تم رانی
نہ آؤ دم میں قیصر کے وہ پرکالا ہے آفت کا
وہ مکاری کا موجد ہے وہ فتنہ ہے قیامت کا
وہ وقت آنے والا ہے کہ ہوگی سخت حیرانی
گھٹاتے ہو تم اپنے ہاتھ سے شانِ مسلمانی

تمہیں یاد آئے گی یہ دیکھ لینا اپنی نادانی
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

کسی کے ذہن میں لیکن نہ اتنی سی بھی بات آئی
کہ سچ کہتے ہیں رو رو کر ہمارے مذہبی بھائی

خدا سمجھے انہیں قیصر نے کیا پٹی پڑھائی ہے | کہ پیاسا خون پینے کے لئے بھائی کا بھائی ہے

ہدایت یہ نہیں کرتا کسی کا قلبِ نورانی
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

سرویہ نے لے لیا پھر بلگریڈ

(مرقومہ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۱۵ء)

اے بہادر سرزمینِ سرویہ | کر دیا تو نے حقیقت میں کمال
آسٹریا کو بھگایا نوک دُم | کر دیے لشکر کے لشکر پائمال
وہ بہت اترا گیا تھا فتح سے | اُسکے سب کس بل مٹے ٹوٹی کمال
خاک میں ساری ملا دی تمکنت | کر دیا اُسکو نہایت خستہ حال
پھر علاقہ اپنا واپس لے لیا | تو نے قائم اک نئی کر دی مثال
اب اگر ذکرِ شجاعت آئے گا | یہ نہ بھولا جائیگا تیرا کمال

ہے بجا تیرے لئے گر یوں کہیں
ماہِ کامل بن کے چمکا یہ ہلال

گر ملانا چاہتے ہو خاک میں آزادیاں   طوقِ لعنت چاہتے ہو گر گلو میں ڈالنا

تو اجازت ہے تمہیں میری طرف سے الوداع

چھوڑ دو میدان کو لے لو گھروں کا راستا

تمسے میں اقرار کرتا ہوں بچن دیتا ہوں آج   صدق دل سے میں قسم کھاتا ہوں شاہد ہے خدا

ہو گئی گر کامیابی اس لڑائی میں مجھے   دشمنوں پر فتح پا کر میں اگر زندہ پھرا

تو نہیں کرنے کا ان بدعہدیوں کی باز پرس   اپنے جیتے جی نہیں کرنے کا تمسے کچھ گلا

میں انہیں آنکھوں سے دیکھونگا تمہیں اُس وقت بھی

آج تک میں جن نگاہوں سے تمہیں دیکھا کیا

اب اگر تم پوچھتے ہو میرے ذاتی قصد کو   میں نے کیا ٹھانی ہے دل میں ذہن میں سوچا ہے کیا

تو سنو اے میرے پیارو میرے سچے دوستو   میں نے اور بچوں نے میرے یہ ارادہ کر لیا

اُس گھڑی تک ہم نہیں ٹلنے کے ہیں میدان سے   وقت جب تک آنہ پہنچے کا ہماری موت کا

اس زمیں اس ملک پر قربان ہو جائینگے ہم

اپنے جیتے جی قدم جمنے نہ دینگے غیر کا

— ✱ —

اہلِ ہند سے اپیل

(مرتبہ ۱۵ر مارچ سنہ ۱۹۱۶ء)

لڑائی کس غضب کی ٹھن رہی ہے آج یورپ میں
جدھر دیکھو نظر آتا ہے اک منظر قیامت کا

بسائے تھے جو کھیڑی سینکڑوں برسوں کی محنت نے
انہیں اک دم کے دم میں سب نے ملیامیٹ کر ڈالا

کمائی تھی جو دولت بیسیوں پشتوں نے مر کھپ کر
بندھا جاتا ہے اب کچھ دن میں ٹھنا بوریا اسکا

مٹی جاتی ہے دنیا لٹ رہی ہے شانِ معبودی
ہوا جاتا ہے ستیاناس موجوداتِ عالم کا

قیامت تو خدا جانے کب ہوگی خدائی میں
مگر یہ چاہتی ہے آج ہی محشر بپا کرنا

اگر جاری رہی یہ اور کچھ دن بھی زمانے میں
تو پھر تم دیکھ لینا حشر کیا ہوتا ہے دنیا کا

الٹ جائیگا یہ تختہ پلٹ جائیگا یہ عالم
نظر آئیگا اس روئے زمیں کا اور ہی نقشا

نہ یہ آبادیاں ہونگی نہ یہ عیش و طرب ملنے
پھریرا بدنصیبی کا یہاں لہرا رہا ہوگا

یہ بربادی یہ بدبختی اثر ڈالیگی تم پر بھی
ملیگا لازمی حصہ تمہیں بھی اس تباہی کا

نتیجہ اسکا کیا ہوگا یہ تم خود سوچ لو صاحب
دلوں میں کھینچ لو اپنے مہابھارت کا وہ نقشا

کہ جسنے آجتک اس دیش کی حالت نہیں بدلی
ستارہ آجتک اسکا نہیں چمکا نہیں دمکا

اگر اس نامبارک وقت سے دل تھرتھراتا ہے
اگر تم منہ جھلسنا چاہتے ہو اس نحوست کا

اگر تم چاہتے ہو چین سے رہنا زمانے میں
اگر مدِ نظر ہے لطف اٹھانا زندگانی کا

بنانی ہی اگر عزت بڑہانی ہے اگر حرمت
نصیبا تمکو چمکانا ہی گر اس ملک بھارت کا

تو اے سچے سپوتو اے وطن کے عاشقو اُٹھو
تو چھوڑو بستر راحت کو اب وہ وقت آپہنچا

مٹادو بھائیو ہندو مسلمانی کے جھگڑونکو
دلونمیں گاڑدو ہر شخص کے جھنڈا محبت کا

اگر سینونمیں رکھتے ہو وطن کا درد دُکھ کچھ بھی
اگر نقشہ بدلنا چاہتے ہو اپنی حالت کا

تو اے عالی دماغو۔ اے امیرو آجوا مردو
مٹادو جسطرح ممکن ہو تمسے نام جرمن کا

قیصر ولیم کی ثنا خوانی نامنصفی کی زبانی

(مرتبہ ۵ راگست سنہ ۱۹۱۶ء)

اے مرے ہمدرد اے سچے رفیق
اے مرے مونس مرے پیارے شفیق

اے مرے غمخوار میرے دلربا
اے مری مکاریوں کے رہنما

اے مرے مشکل کشا صد مرحبا
اے مرے دل کی تمنا واہ وا

اے معزز بادشاہِ جرمنی
اے خلافِ راستی و نامنصفی

لاج رکھ لی تونے دنیا میں مری
بات رکھ لی تونے میرے نام کی

بند ہو چکے تھے وہ بند بھی پورے ہو گئے — ہو چلے تھے پست میرے حوصلے

ہو چلی تھی زندگی سے میں نراس — اپنے بچنے کی نہ تھی کچھ مجھکو آس

اہلِ یورپ کر رہے تھے جشنِ عام — ہر طرف تہذیب کی تھی دھوم دھام

میہماں گھر گھر میں تھیں آزادیاں — ہر جگہہ موجود تھے امن و اماں

بس رہی تھی ہر طرف سنجیدگی — حکمرانی کر رہی تھی منصفی

آسمان پر تھا دماغِ راستی — خوب بنسی بج رہی تھی چین کی

نیکیوں نے وہ بچھا رکھے تھے جال — میرا بچ رہنا تھا اک امرِ محال

میری ہستی کو مٹانے کے لئے — خاک میں مجھکو ملانے کے لئے

ہر جگہہ معمور تھیں پنچایتیں — ڈھا رہی تھیں مجھپہ بے حد آفتیں

جم نہ سکتا تھا کہیں میرا قدم — لے نہ سکتی تھی کہیں دم بھر بھی دم

ہو نہ سکتا تھا کہیں میرا گزر — پھوڑتی رہتی تھی تنہائی میں سر

بھولے بھٹکے گر چلی جاتی کہیں — بیڑیاں میرے لئے تیار تھیں

جیل خانے کھل رہے تھے جابجا — ظلم کی باقی نہ تھی کچھ انتہا

میرا حامی کوئی دنیا میں نہ تھا — کوئی ملتا ہی نہ تھا دردآشنا

صرف اک ابلیس تھا ہمدم مرا — وہ بھی لیکن میرے مصرف کا نہ تھا

اسکی پیری آجکل چلتی نہ تھی — تھی محض بیکار اسکی زندگی

بن رہا تھا واعظوں کا وہ شکار
مل رہا تھا خاک میں اسکا وقار

لیکن اے انگشت و پناہِ بیکساں
اے تشفیِ دلِ بیچارگاں

دستگیری تونے میری خوب کی
خوب ہی تونے نباہی دوستی

میری ہستی کو بچانے کے لئے
سرخرو مجکو بنانے کے لئے

دھرم تک کو تونے غارت کردیا
طاق میں ایمان اپنا دھردیا

آدمیت کے شرافت کے خیال
کردئیے دم بھر میں تونے پائمال

ہو رہا ہے گُل چراغِ راستی
مل رہی ہے خاک میں شائستگی

کٹ رہا ہے بیگناہی کا گلا
ہر کس و ناکس ہے غم میں مبتلا

لٹ رہا ہے منصفی کا کارواں
مٹ رہا ہے امن کا نام و نشاں

روح افزا باغِ عالم کی ہوا
گیس ملکر بن رہی ہے جاں گزا

چھا رہا ہے ہر طرف ابرِ بلا
سارے یورپ میں ہے اک محشر بپا

تیرے بدخواہوں کی عالی ہمتی
لائقِ تحسین اُنکی برتری

قابلِ صد رشک اُنکی بہتری
تیری ایجادوں سے عاجز آگئی

مل گئی سائنس دانی خاک میں
دم گھٹا جاتا ہے اُنکا ناک میں

آرہا ہے مجکو لطفِ زندگی
شاد باش اے حامیِ نامنصفی

بادشاہونکے یہی ہوتے ہیں کام
انہیں باتوں سے ہوا کرتے ہیں نام

مرحبا اے موجدِ مکر و ریا
آفریں اے بندۂ حرص و ہوا

ہوگیا جس ملک میں تیرا گزر — پڑ گئی جس شہر پر تیری نظر
فارغ البالی وہاں سے اُٹھ گئی — بس گئی گھر گھر میں آکر مفلسی
نیو بدبختی کی تو نے گاڑ دی — ڈالدی سارے جہاں میں کھلبلی
اور اُس پر یہ لیاقت واہ وا — یہ سمجھ یہ قابلیت مرحبا
لہ سجدہ گاہِ خلق تھے جتنے مقام — کر دیا دنیا سے غارت اُنکا نام
آفریں اس پیش بینی پر تری — بیگناہی رہ گئی مُنھ تاکتی
اب کہاں جاکر کریگی التجا — کس جگہ یہ شکوہ کریگی ظلم کا
اُسکو جس گھر پر نہایت ناز تھا — آج اس دنیا سے وہ بھی مٹ گیا
اب ذرا کچھ مجھے ڈھارس بندھی — اب کلیجے میں مرے ٹھنڈک پڑی
اب مجھے اُمید یہ ہونے لگی — اب ہوئی جاتی ہے خصمت منقضی
اب میں بے کھٹکے کرونگی سلطنت — دیکھنا میرے غرور و تمکنت
دیکھنا اب رنگ کیا لاتی ہوں میں — کیا قیامت دیکھنا ڈھاتی ہوں میں

ایک سپاہی کی بہادرانہ موت

(مرتبہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۱۵ء)

اِک دلاور اک بہادر راجپوت — سرزمینِ ہند کا سچا سپوت

لہ جرمن توپخانہ نے کئی گرجا گھر بھی اُڑا دئے تھے ۱۲

لڑ رہا تھا جنگ کے میدان میں
آجکل کے اُس مہا گھمسان میں

رکھا تھا جسنے اک محشر بپا
ساری دنیا تھی گرفتارِ بلا

بن رہا تھا اک شجاعت کی مثال
کر رہا تھا فی الحقیقت اک کمال

بے کلیجے لڑ رہا تھا سورما
کر رہا تھا نام بھارت ورش کا

اتفاقاً سخت زخمی ہو گیا
زخم لگنا تھا کہ دھڑ سے گر پڑا

اتنا کاری اتنا گہرا زخم تھا
موت ہو سکتی تھی بس اُسکی دوا

لیکن اسپر بھی وہ رن بھومی کا شیر
وہ جوانمردی کا پتلا وہ دلیر

کہہ رہا تھا اپنے اک ساتھی سے یوں
گو میں تھوڑی دیر کا مہماں ہوں

اب نہیں بچنے کا میں اس زخم سے
آ گئے یمدوت لینے کے لئے

مجھکو مرنے کا مگر کچھ غم نہیں
غم فقط اتنا ہے مجھ میں دم نہیں

ورنہ لڑتا اور دشمن سے ابھی
اور کرتا سلطنت کی چاکری

خیر اب اس بات کا مذکور کیا
کیا علاج اس آنے والی موت کا

لیکن اے تقدیر کیا کہنا ترا
اے مری خوش قسمتی صد مرحبا

یہ مبارک موت ملتی ہے کسے
آنے والی ہے جو اب میرے لئے

یہ وہ مرنا ہے کہ جسکے واسطے
مر رہے ہیں آج لاکھوں منچلے

شکر ہے تیرا مرے پرماتما
تو نے مجھکو بھی وہی رتبہ دیا

مل گیا مجھکو وفاداری کا پھل	نوکری کا مل گیا نعم البدل
ہاں مگر اے دوست اور آشنا	آپ سے اسوقت ہے یہ التجا
آپ جب اس جنگ سے واپس پھریں	اور جا پہنچیں سلامت دیش میں
تو مری اس خوش نصیبی کا بیاں	دوستوں پر میرے کر دینا عیاں
اُسنے کہنا اُسکا جو کچھ فرض تھا	اُس گھڑی تک وہ ادا کرتا رہا
جبتک اُسکے دم میں دم باقی رہا	موت نے جبتک نہ عاجز کر دیا
اور یہ کہنا پتا جی سے مرے	حکم جو کچھ بھی دئے تھے آپنے
آپکا بیٹا بجا لایا اُنہیں	کام آیا جنگ کے میدان میں
مر مٹا وہ خاندانی شان پر	ہو گیا صدقے پرانی آن پر
میری ماتا سے یہ کہنا آپکے	بیش قیمت اور مبارک دودھ نے
آپکے بیٹے کا اے عالی نسب	فخر بھارت ورش آوالا جب

نام مرنے پر بھی زندہ کر دیا
موت کا اُسپر نہ قابو چل سکا

اب رہی بس دھرم پتنی اک مری	ہاں مگر وہ تو ستی ہو جائیگی
اُس سے تو میں خود ہی مل لونگا وہاں	لیجئے ہوتا ہوں رخصت مہرباں

اتنا کہکر چل بسا وہ شور بیر
کر گیا دنیا میں قائم اک نظیر

قومی نظم

کبھی آپ لوگوں نے دل میں یہ سوچا
کہ دنیا میں کیا مرتبہ تھا ہمارا

کبھی آپ نے اپنا شجرہ بھی دیکھا
کہ ہم کس گھرانے کے تھے نام لیوا

ہمارے بزرگوں کے کیسے چلن تھے
وہ کتنے طرفدارِ اہلِ وطن تھے

تم اُس کان کے جوہرِ خوشنما تھے
تم اُس بحر کے گوہرِ بے بہا تھے

تم اُس باغ کی جانفزا رنگ و بو تھے
تم اُس ملک کی زینت و آبرو تھے

نمایاں جہاں تھے خدائی کے منظر
بڑا ناز تھا قدرتِ حق کو جس پر

تم اُس ورش کی آب و گل سے بنے تھے
کہ رام و لکھن جس سے پیدا ہوئے تھے

اُسی ملک میں جنم تمنے لیا تھا
یدہشٹر کا ڈنکا جہاں بج رہا تھا

وہی جائدادیں تمہیں بھی ملی تھیں
جہاں بھیم و ارجن کی نالیں گڑی تھیں

اُسی سرزمیں پر تم آکر بسے تھے
جہاں سینکڑوں مہرشی تپ رہے تھے

ہر اک بھولے بھٹکوں کے تم رہنما تھے
زمانے کی مشکل کے مشکل کشا تھے

مرض جسقدر مہلک و لا دوا تھے
اُنہیں دور کرنے میں دستِ شفا تھے

تم اُس آسماں کے ہو روشن ستارے
تم اُس باپ کے پُتر ہو اُسکے پیارے

تم اُس ماں کے بیٹے ہو اُس کے دُلارے
سری کرشن تھے جنکی آنکھوں کے تارے

اُسی گھر میں نالیں گڑی ہیں تمہاری
کہ پیدا ہوئے جس میں بانکے بہاری

تمہیں بھی اُسی ماں نے گھٹی پلائی
فدا جسکے چرنوں پہ تھی کبریائی

اُسی گود میں تم بھی کھیلے ہو بھائی
جہاں کھیلتی تھی مجسم خدائی

اُسی قوم کے تم بھی ہو رُکنِ اعظم
فدا جسکے قدموں پہ تھا سارا عالم

اُسی قوم کی تم بھی ہو اک نشانی
جو دُنیا میں رکھتی نہ تھی اپنا ثانی

وہی قوم بھارت کی روحِ رواں تھی
وہ پشت و پناہِ دمِ بیکساں تھی

وہ حاجت روائے دلِ مفلساں تھی
حقیقت تو یہ ہے وہ جانِ جہاں تھی

وہ مصدر تھی مخزن تھی علم و ہنر کی
لیاقت رگ و پے میں اُسکے بھری تھی

وہ موجد تھی تہذیب و شائستگی کی
شرافت کی اخلاق کی راستی کی

قدم ڈگمگانے نہ پاتے تھے اُسکے
محبت کی زنجیر سے بندھ رہے تھے

کروڑوں بشر تھے مگر ایک دل تھے
اگر فرق تھے اُن میں تو قالبوں کے

نہایت ہی موزوں تھے اُسکے طریقے
نہایت ہی پکے تھے اُسکے عقیدے

نگاہوں میں دنیا کے وہ کھپ رہی تھی
صداقت پہ ہر شخص مفتوں تھا اُسکی

اُسی سے تھی اِس باغِ عالم کی زینت
اُسی کی تھی رونق اُسی کی تھی نکہت

شجاعت میں ہمت میں مردانگی میں
سمجھ میں لیاقت میں فرزانگی میں

اُسی کا زمانے میں بجتا تھا ڈنکا
اُسی کا رہا کرتا تھا بول بالا

مگر اُسکی تمنے یہ حالت بنائی
زمانے میں توقیر اِتنی گھٹائی

ہٹاتے ہٹاتے یہاں تک مٹائی
قیامت سے پہلے ہی کر دی صفائی

اُسے جیتے جی کر دیا تمنے مُردہ
بھلا کچھ ٹھکانہ ہے اِن غفلتوں کا

پڑے بھاڑ میں جا کر ایسی جہالت
گرے جا کے پاتال میں یہ حماقت

کہ جسنے ہماری یہ عظمت گھٹائی
یہ ذِلت دِکھائی یہ دُرگت بنائی

کہ دنیا میں ہیں آج جتنی بھی قومیں
نکمی ہی سمجھی جاتی ہے اُنمیں

گنواروں میں ہے آج یہ قوم گنتی
جو بانی مبانی تھی علم و ہنر کی

لقب نیم وحشی کا پایا ہے اِسنے
سکھائی تھی دنیا کو تہذیب جسنے

رذیلوں سے بدتر ہے آج اِسکی ہستی
شرافت کے سانچے میں جو ڈھل رہی تھی

اگر دیکھئے آپ اپنے طریقے
اگر جانچئے آپ اپنے وتیرے

تو بے ساختہ آپ رونے لگیں گے
قیامت تک آنسو نہ ہرگز تھمیں گے

مگر جانچئے گا ذرا منصفی سے
ذرا غور کیجے مگر راستی سے

کہاں تم میں ہیں آج وہ مرد دانا
کہ جن پر فدا ہو رہا تھا زمانا

کہاں وہ سچائی کہاں وہ صفائی
کہ قربان تھی جسپہ ساری خدائی

کہاں ہے وہ اگلا سا جوش محبت — کہ جسپر بڑا فخر کرتا تھا بھارت
کہاں ہے وہ دولت کہاں جاہ و حشمت — کہ جس پر تصدق تھی دنیا کی ثروت
کہاں وہ دلیری کہاں وہ شجاعت — کہاں آبرو ہے کہاں وہ حکومت
کہاں ہیں وہ علم و ہنر کے خزانے — کہاں ہیں وہ شائستگی کے زمانے
کہاں وہ طریقے کہاں وہ عقیدے — کہاں وہ لیاقت کہاں وہ سلیقے
کہاں ہیں نمونے وہ انسانیت کے — کہاں ہیں شرافت کے نیکی کے پتلے
کہاں ہیں وہ قولوں کے فعلوں کے سچے — کہاں وہ فرشتہ صفت پاک بندے
کہاں بھائیوں میں وفاداریاں ہیں — کہاں دوستوں میں ملنساریاں ہیں

وہ اپنے بزرگوں کی گاڑھی کمائی
کہاں تم نے بے سوچے سمجھے گنوائی

کہاں ہے تمہاری وہ ذاتی طبیعت — کہاں کھوئے بیٹھے ہو وہ پاک طینت
خدا جانے کس دھن میں تم لگ رہے ہو — نہ معلوم تم کیا سے کیا بن گئے ہو
نہ آپس میں تمکو محبت کسی سے — نہ شفقت کسی سے نہ الفت کسی سے
نہ رکھتے ہو سچی رفاقت کسی سے — برتتے نہیں ہو شرافت کسی سے
جب تو مزاج ایسا پایا ہے تم نے — طبیعت کو ایسا بنایا ہے تم نے
نہیں دیکھ سکتے لیاقت کسی کی — بزرگی نہ مانی شرافت کسی کی
اگر اپنے بھائی کی سن لو بھلائی — [illegible] دیکھو [illegible] اسکی برائی

تو جل اُٹھے گی آگ دل میں حسد کی — کلیجے میں بھٹی دہکنے لگے گی

وہ دنیا میں جب تک کہ زندہ رہے گا — عروج اُسکا جب تک کہ بڑھتا رہیگا

تم اس غم میں دن رات گھلتے رہو گے — اسی فکر میں مارے مارے پھرو گے

کہ دنیا اُسے نیست و نابود کردے — اجل اُسکا پیمانۂ عمر بھر دے

وہ دنیا میں ہو خواہ کتنا ہی نامی — وہ ہو قوم کا خواہ کتنا ہی حامی

مگر اُسکے ہیں خون کے یہ تو پیاسے
پڑے بھاڑ میں قوم اُنکی بلا سے

کسی بات کا شوق تمکو نہیں ہے — کسی بات کا ذوق تمکو نہیں ہے

بُرائی کے سُننے کا ہے تمکو چسکا — تمہیں ہے فقط عیب جوئی کا لپکا

اُڑاتے ہو گھر بیٹھکر سب کا خاکا — یہ ساماں ہے آپکی دل لگی کا

بظاہر محبت دلوں میں کدورت
یہ ہے آپ لوگونکا طرز رفاقت

اگر ملکے باہم کہیں بیٹھتے ہو — تو بٹہ لگاتے ہو انسانیت کو

وہ تقریر کرتے ہو تم بھائیوں سے — کہ ہو جائیں شق اُنکے سنکر کلیجے

اُٹھاتے ہو باتوں کی تمہید ایسی — وہ لیتے ہو دل میں مخاطب کی چٹکی

کہ خود شیطاں یہ کہے تمسے آکے
کہ تم لوگ میرے بھی اُستاد نکلے

کسی کے ہاں گر آپ دعوت میں جائیں | تو ہر چیز ہر شئے کو ناقص بتائیں
کھلائے کوئی خواہ کیسی ہی نعمت | لٹائے کوئی خواہ کتنی ہی دولت

مگر اے حسد اے جلن تیرے صدقے
تجھے ہمنے دیکھا مذمت ہی کرتے

کوئی مشورہ تمسے گر لینے آئے | تمہاری شرافت پہ ایمان لائے
تو ایسی صلاحیں بتاؤگے اُسکو | وہ رستے وہ راہیں سُجھاؤگے اُسکو
کہ دنیا میں ہے کونسی وہ مصیبت | بُری سے بری کونسی ہے وہ ذلت

جو حصے میں اُس ناسمجھ کے نہ آئے
زمانے میں خاکا نہ اُسکا اُڑائے

اگر لڑ پڑے بھائی سے کوئی بھائی | تو اُسید گویا تمہاری برآئی

وہ کرتے رہوگے لگائی بجھائی
کہ ہونے نہ پائے دلونمیں صفائی

یہ برتاؤ ہیں رشتے دارونکے باہم | یہ بیوار ہیں بھائی بندونکے باہم
اسی برتے پر ہے یہ دعوے تمہارا | کہ ہم ہیں سری کرشن کے نام لیوا
یدہشٹر سے ملتا ہے شجرہ ہمارا | ہے بھیشم پتا سے رشتہ ہمارا
ہمیں بیٹے پوتے ہیں رام و لکھمن کے | ہمیں بیل بوٹے ہیں اُنکے چمن کے
ہمیں ملک بھارت کی روح رواں ہیں | ہمیں قابل فخر ہندوستاں ہیں

ہمیں دیش کی اُنتی کر رہے ہیں — ہمیں قوم پر ملک پر مر رہے ہیں

سنبھالینگے ہم ملکِ بھارت کی حالت

ہمیں ایکدن اسکی بدلینگے قسمت

مرے بھائیو ڈوب مرنے کی جا ہے — مرے دوستو تمکو ہو کیا گیا ہے

نہ تعلیم پانے پہ مائل طبیعت — نہ صنعت کے حامی نہ شوقِ زراعت

پڑھے لکھے کتنے ہیں تم میں یہ جانچو — سمجھدار کتنے ہیں اُنمیں یہ پرکھو

اگر آپ فی لاکھ اوسط لگائیں — تو مشکل سے دس بیس انسان پائیں

اور اُنمیں بھی نکلینگے کچھ ایسے قابل — نظر آئینگے صرف اتنے ہی فاضل

کہ جنکی سمجھ اور عقیدے ہوں ایسے — کہ جو بات سُن لیں وہی مان لینگے

اگر کوئی کہدے کہ اک مہرشی نے — فلاں وقت میں اُس بزرگ آدمی نے

ہمالے کے پربت کو مٹھی میں لے کر — دیا گیند کی طرح پھینک آسماں پر

تو یہ سیدھے سادے پڑھے لکھے اُزبک

سمجھ لینگے ہاں یہ ہوا ہوگا بیشک

انہیں پر نہیں ختم ہے قابلیت — ابھی اور بھی لوگ ہیں بالیاقت

جنہوں نے نہ حالت نہ اپنی سُدھاری — نہ تحصیل کی علم سے بُردباری

نہ شائستگی اُنکی باتوں سے ظاہر — نہ انسانیت اُنکے کاموں سے ظاہر

نہ پڑھ لکھ کے کیرکٹر اپنا بنایا — نہ تعلیم کا کوئی جوہر دکھایا

طبیعت میں ناواجبیت ہے اتنی — کہ دل سے نہیں قدر کرتے کسی کی

نہ عالم کو عالم سے سچی محبت — نہ ہے اہلکار اہلکاروں میں اُلفت

نہ ویدوں حکیموں میں باہم رسائی — نہ ہے پنڈتوں کے دلوں میں صفائی

دکیلوں وکیلوں میں چخ چل رہی ہے — مدرّس مدرّس کی بگڑی ہوئی ہے

پڑے عقل پر اُنکی کچھ ایسے پتھر — نہیں جانتے کام کرنا یہ مِلکر

یہ برتاؤ ہوں جنکے آپس میں جاری — کرینگے وہ غیروں کی کیا غمگساری

خدا کام اِن سے کسی کو نہ ڈالے — الٰہی نہ کوئی پڑے اِنکے پالے

یہ جس سلسلے میں ہیں جس مد میں نوکر — بپا کر رکھا ہے وہاں ایک محشر

یہ چُھریاں لئے بیٹھے ہیں بھائیوں پر — کمیلوں سے بھی اُنکے بدتر ہیں دفتر

وہاں جانور کاٹتا ہے قصائی — یہاں ذبح کرتا ہے بھائی کو بھائی

کچہری میں فرضی مقدمے بناکر — شریفوں پہ الزام جھوٹے لگاکر

حسد اور تعصب سے مجبور ہوکر — لٹکوا دئے سینکڑوں پھانسیوں پر

یہ ہیں ملکِ بھارت کا دم بھرنے والے

یہ ہیں قوم کے نام پر مرنے والے

اور اس لطف کو بھی ذرا دیکھئے گا — ذرا غور اس بات پر کیجئے گا

کہ ہر شخص کو ہے یہی ایک شکوہ — کہ کتنا بُرا آگیا ہے زمانہ

کوئی دوست سچا نہیں ہے کسی کا — کسی پر نہ دنیا میں رکھنا بھروسا

گر یہ نہیں کوئی دل میں سمجھتا — کہ بیچاری دنیا پہ الزام ہے کیا
یہ کانٹے ہمارے ہی بوئے ہوئے ہیں — ہمیں اسکے بانی سبانی بنے ہیں

اگر صاف ہو قلب بالکل ہمارا
تو دنیا کے ہم ہیں ہماری ہے دنیا

اگر ناز ہو دستکاری پہ تمکو — تو وہ شئے بتاؤ جو ایجاد کی ہو
بنایا کوئی ریل گاڑی کا انجن — بنایا کوئی گیس رکھنے کا برتن
ہوا سے کوئی کام اپنا نکالا — کوئی اپنا بجلی سے مطلب بنایا
ہوائی جہاز آپ نے بھی اُڑائے — یا کنکوے ہی زندگی بھر لڑائے
کوئی کام سورج کی گرمی سے لوگے — یا لُو کے تھپیڑے ہی کھاتے رہوگے
یا اس شوق میں سر کھپاتے رہوگے — اسی چاؤ میں مارے مارے پھروگے
کہ سادھو کہیں کوئی مل جائے ایسا — بتا جائے نسخہ ہمیں کیمیا کا
یا سُرمہ کہیں ہاتھ لگ جائے ایسا — کہ چودہ طبق ہم پہ کردے ہویدا

طلائی محل اپنے تیار کرلیں
زمانے کی دولت سے گھر اپنے بھرلیں

اب اپنے بنج اور بیوپار دیکھو — تجارت کے ہاٹ اور بازار دیکھو
کہاں لکھ پتی سیٹھ رہتے ہیں بولو — ذرا خوب آنکھوں کو مل مل کے کھولو
ذرا آج اُن ساہوکاروں کو دیکھو — تجارت پہ دولت یہ قدرت تھی جنکو

برستا تھا جنکی دکانوں پہ سونا — وہاں روٹیوں تک کا ہے آج رونا
اندھا دھند سودوں میں سٹوں میں پھنسکر — نہ اک تار باقی رکھا تن بدن پر
اور اب اپنی تقدیر کو رو رہے ہیں — مقدر کو بیٹھے ہوئے جھینکتے ہیں

جہالت کا ہے ہر طرف دودورا
جدھر دیکھئے ہے اک اندھیر کھاتا

بہت سے ہیں دوکاندار اسطرح کے — کہ بہتر ہیں اُن سے کہیں جیب کترے
تمنا یہ رہتی ہے ہر وقت اُنکی — جھپٹ لیں کسی طرح گاہک کی پگڑی
نہ مول اُنکا واجب نہ چیز اُنکی اچھی — نہ تول اُنکی پوری نہ بات اُنکی سچی

جہاں ساہوکاروں کے ہوں یہ طریقے
تجارت وہاں کی نہ کسطرح ڈوبے

اگر کاشتکاری کا رکھتے ہو دعوے — تو فرمائیے اُسمیں پیدا کیا کیا
یہ پیشہ تھا گو سارے پیشوں سے بڑھکا — کوئی کام کھاتا نہ تھا اِس سے اگا
مگر آپ لوگوں نے اِسکو بھی کھویا — جہالت میں پھنسکر اِسے بھی ڈبویا
اُصولِ زراعت نہیں جانتے ہو — نہ حالت زمینوں کی پہچانتے ہو
تمہیں اِتنا بھی تو نہیں ہے سلیقہ — کہ ہو کھات کس طرح کا بیج کیسا
یہ مانا کہ کرتے ہو دن بھر مشقت — یہ سچ ہے کہ تم خوب کرتے ہو محنت
مگر پھر بھی مقروض ہو پھر بھی ننگے — برس دن میں دس بیس کرتے ہو فاقے

نہیں چُک سکا تو بھی بنئے کا کھاتا | سبب آپ لوگوں نے کچھ اِسکا سمجھا
یہ ہے آپ ہی کی سمجھ کا نتیجہ | یہ ہے آپ ہی کی جہالت کا ثمرہ
بھلا سب ہوں دنیا میں جب آپ جیسے | تو پھر قرض کسطرح بنئے کا سُلجھے
اگرچہ وہ تجھ سے بہت لے چکا ہے | مگر پھر بھی کھاتے میں باقی دھرا ہے
تمہیں اچھی طرح سے وہ جانتا ہے | تمہاری لیاقت کو پہچانتا ہے
چکاتے رہو عمر بھر قرض اُسکا | مگر وہ نہ ہرگز کبھی چُک سکے گا

پھنسا اِنکے پھندے میں تُمسا جو آکر
تو بس رہ گیا وہ وہیں پھڑپھڑا کر

مگر تم نے کیوں جی کبھی یہ بھی سوچا | کہ ہے سب سے افضل پیشہ ہمارا
یہی سب کو دیتا ہے روٹی کما کر | زمانہ ہے قائم اِسی کی بنا پر
اور ہم باوجودیکہ ہیں اِسکے بانی | مگر یوں بسر کرتے ہیں زندگانی
کہ ہمکو نہ روٹی ملی پیٹ بھر کر | نہ اچھا سا کپڑا ہی آیا میسر

نہ ہے چار پیسے کا گھر میں سہارا
نہ برتن نہ بھانڈا نہ کل کا گُزارا

ہمارا بھی ہے کوئی جینے میں جینا | کہ چوٹی سے ایڑی تلک کا پسینا
بہاتے بہاتے کٹی عمر ساری | کسی نے مگر کی نہ پرسش ہماری
مگر یہ تو کہئیے قصور اسمیں کس کا | اگر غور سے دیکھئے تو تمہارا

یہ کرتے ہو تم میہمانوں کی عزت | یہ کرتے ہو تم رشتے داروں کی حرمت

یہ تعلیم دی ہے بہو بیٹیوں کو
خدا جانے تم کسطرح جی رہے ہو

براتیں اگر لے کے جانا تو ایسی | کہ لٹ جائے برباد ہو جائے سمدھی
براتی اگر دیکھئے تو وہ ایسے | وہ آفت کے پتلے وہ فتنے غضب کے
تمنا یہ رہتی اُسوقت اُنکی | کہ اُفتاد آکر پڑے کوئی ایسی

لڑائی ٹھنے اسطرح سمدھیوں میں
کہ دال اُنکی بٹنے لگے جوتیوں میں

رسد پہ یہ کرتے ہیں اسطرح جاکر | کہ ٹڈی پڑے جسطرح کھیتوں میں
جو دشمن سے کرتا ہے برتاو دشمن | مسافر پہ جو ظلم کرتا ہے رہزن
یہ اپنوں پہ کرتے ہیں ظالم ہلاکو | یہ عزت کے خواہاں یہ حرمت کے ڈاکو

براتی ہیں یہ یہ ہیں بھائی برادر
یہ تشریف لائے ہیں ہمدرد بن کر

اور اُسپر بھی یہ قابلیت تو دیکھو | ذرا یہ سمجھ یہ لیاقت تو دیکھو
کہ خود جانچ کرتے نہیں اسقدر بھی | کہ بر کسطرح کا ہے بیٹی ہے کیسی
چلن اُنکے کیسے طریقے ہیں کیسے | لیاقت ہے کیسی سلیقے ہیں کیسے
فقط کہنے سننے پر اک ایلچی کے | یونہیں باندھ لیتے ہیں جوڑ کے رشتے

اسی قابلیت کا ہے یہ نتیجہ | کہ اکثر گھروں میں ہے جسکا ظہورا
کہیں ساس ہے، اک غضب کی لڑاکا | کہیں پر نند ہے قیامت کی فتنہ
کہیں ایسی پھوہڑ بہو آمری ہے | کہ گھر بھر میں بدرونقی چھا رہی ہے

کوئی ایسے شوہر کے پلے بندھی ہے
کہ دن رات رو رو کے سر دُھن رہی ہے

کبھی انکے ہولی کے جلسے تو دیکھو | وہ بٹہ لگایا ہے شائستگی کو
کہ کوئی شریف آدمی اپنے گھر سے | نکلتا نہیں ان رذیلوں کے ڈر سے
دِوالی پہ یہ خوف رہتا ہے طاری | کہ چوری نہ کر جائیں ہارے جواری
زمانے میں معیوب ہیں جتنی باتیں | وہ موجود ساری ہیں انکے گھروں میں

ترقی کی دشمن تنزّل کی ساتھی
اگر قوم ہے کوئی تو یہ ہماری

گئے ہیں کبھی آپ جمنا نہانے | سُنے ہیں وہاں بھائی ہندوؤں کے گانے
خرافات بکتے ہیں سسر کوں یہ کیتی | خجل ہو ہو جاتی ہیں بے شرمیاں بھی

یہ ہے ترقی کی قدر انکے دنوں میں
نہ جانے یہ ہیں لوگ کن ہندوؤں میں

وہ ہنسی کہ انمول تھی جسکی قیمت | تصدق تھی جس پر زمانے کی حشمت
اُسے اپنے بیہودہ گانوں سے بھر کے | الم نشرح سارے زمانے میں کر کے

وہ توقیر ان صاحبوں نے گھٹائی
نگاہوں سے عظمت وہ اُنکی گرائی

لگاتا نہیں آج مُنھ کوئی اُسکو
وہ اب ایک پیسے کی بکتی ہیں دو دو

یہ چمکائیں گے ملکِ بھارت کی قسمت
ملیگی انہیں جب عنانِ حکومت

اگر راستی پر کوئی اِنکو لائے
ترقی کی گر کوئی راہیں سُجھائے

سجھائے کوئی گر کوئی بنیاد ڈالے
جو صورت کوئی بہتری کی نکالے

تو یہ اُسکو سمجھیں گے دشمن سے بدتر
لگائینگے ناواجب الزام اُس پر

یہ یا کار اُسکو بتائے گا کوئی
خیانت کی تہمت لگائیگا کوئی

بتائے گا آدھا مسلمان کوئی
بتائے گا پورا کرسٹان کوئی

کہے گا کوئی یہ بڑا چالیا ہے
نہ معلوم کس دُھن میں یہ لگ رہا ہے

یہ مکار ہے اِسکی دم میں نہ آنا
کہیں جال میں اِسکے تم پھنس نہ جانا

کسی دن یہ تمکو ڈبو کر رہے گا
تمہیں دین و دنیا سے کھو کر رہیگا

کرینگے غرض اُسکی اِتنی خرابی
بنائی تھی بندر نے جوگت بئے کی

کہاں ہو تم اے قوم کے نونہالو
اُٹھو دیش کی لاج رکھ لینے والو

نفاق و حسد کو مٹا دینے والو
ہر اک دل کو اپنا بنا لینے والو

اُٹھو ذرا بھائیوں کو سنبھالو
جہالت کو اُنکے گھروں سے نکالو

سچائی کا اپنی اثر اتنا ڈالو — انہیں اپنا گرویدہ اتنا بنالو
کہ وہ بدگماں تم سے ہونے نہ پائیں — ہر اک بات پر دل سے ایمان لائیں
یہ کھیتی تمہاری اجڑنے نہ پائے — یہ جاتی تمہاری بگڑنے نہ پائے

اگر مٹ گئی اسکی دنیا سے ہستی
تو پھر مُردہ سمجھو تم اپنے کو خود بھی

ذرا دیکھئے اور قوموں کی حالت — کہ سایہ فگن جن پہ رہتی ہے ثروت
جلو میں چلا کرتی ہے جنکے حشمت — غلامی میں ہر وقت حاضر ہے دولت
مزے زندگانی کے وہ لے رہے ہیں — فلک پر ترقی کے پہنچے ہوئے ہیں
شرافت کا ہے اُنکی گھر گھر میں چرچا — لیاقت کا ہے اُنکی عالم میں شہرہ
فضیلت کی دستار سر پر بندھی ہے — بزرگی فدا دمبدم ہو رہی ہے
وہ تقدیر چمکی وہ قسمت لڑی ہے — ہر اک بہتری ہاتھ باندھے کھڑی ہے
زمانے کی گردش ہے قابو میں اُنکے — جدھر آپ کہئے اُدھر پھیر دینگے
سبب اُنکی بہبودیوں کا بھی سمجھے — کبھی غور دل میں کیا ہو تو کہئے
کہ اُن پر فدا کیوں ہے ساری خدائی — وہ ہے کون سی اُنمیں ایسی بڑائی
سنیں آپ دانش سے جو کچھ سمجھا — یہ ہے علم کا ایک ادنیٰ کرشمہ
یہ ہے باہمی اُلفتوں کا نتیجہ — محبت کا ہے ایک چھوٹا سا ثمرہ

کریگا جو انسان تقلید اُنکی
وہی عیش و عشرت ہیں اُسکے لئے بھی

اپنا دُکھ درد سمجھکر دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور یہ بات بغیر انکی کوشش کے میسر نہیں ہو سکتی

میں نے بار ہا حضور ممدوح کی زبان مبارک سے اس بات کو سنا ہے کہ مجھے ایک بیماری لگی ہوئی ہے مجھے ایک ایسا مرض لاحق ہو گیا ہے کہ اگر اُسکا کوئی بہتر سے بہتر علاج ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے کہ میرے دیش کا بچہ بچہ تعلیم پاکر شہرۂ آفاق بن جائے۔ اور یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے بلکہ یہاں کا ہر فرد بشر اس بات کو جانتا ہے کہ ریاست اپنی حیثیت سے بدرجہا زیادہ تعلیم کے معاملے میں صرفہ برداشت کر رہی ہے۔ یہ حضور والا کی اُسی ۲۸ برس کی لگاتار محنت اور دولت بے اندازہ خرچ کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ لوگ تعلیم پاکر کیا سے کیا بن گئے۔ یہ وہی جھالاواڑ ہے۔ یہ وہی سرزمین ہے۔ جہاں آج سے ۲۸ برس پہلے انگریزی چیٹھی لکھنے والا آدمی کوئی اِکّا دُکّا نظر آتا تھا۔ آج یہ وہی جھالاواڑ ہے جسکے لئے محکمہ تعلیم کی رپوٹ یہ شہادت دے رہی ہے کہ تعلیم کے معاملے میں سارے راجپوتانے میں بلحاظ آبادی جھالاواڑ کا اوّل نمبر ہے۔ یہ اسی علم دوست والئی جھالاواڑ کی فضیلت کا نتیجہ ہے کہ آپ جیسے سائنٹسٹ۔ آپ جیسے فلاسفر۔ آپ جیسے قانون داں۔ آپ جیسے لیکچرار ہماری آنکھوں میں نور پیدا کرنے کے لئے۔ ہمارے آقا نامدار کے شاہانہ دربار کی زینت بڑھانے کے لئے اس پرتھوی ولاس پیلس کا سنگار بن کر ہمارے سامنے موجود ہو گئے ؎

اسی کا لگایا ہوا ہے یہ باغ ۔۔۔ جلے ایک بتّی سے اِتنے چراغ

صاحبان! حضور ممدوح کی علمی دلچسپی نے ۱۹۲۵ء کے اخیر دن تک جو کچھ کام کیا ہے وہ میں نے آپکے سامنے پیش کر دیا اور اس بات کو آپ جانتے ہی ہیں کہ جب تک اس پاک ہستی کا دم میں دم قائم ہے آپ لوگوں کی تعلیم و تربیت سے ایک منٹ کے لئے بھی غافل نہیں رہ سکتا۔

سب نا تھ! اے پاک پروردگار۔ اے زمین و آسمان کو پیدا کرنے والی زبردست طاقت! تو ہمارے اس علم دوست والئی ریاست کو۔ ہماری ٹوٹی پھوٹی کشتیوں کا کھیون ہار بنا!

لگانے والے ملاح کو۔ ہمارے۔ اور ہماری آئندہ آنے والی نسلونکے سروں پر اسی جاہ و جلال کے ساتھ قائم رکھنا۔ ہے ناتھ ؎

میرے آقا میرے راجہ کو سلامت رکھنا ✤ اسکے اقبال کی بجتی ہوئی نوبت رکھنا
مال و دولت میں ترقی ہو ہمیشہ دانش ✤ اے خدا اسکی یہ سرسبز ریاست رکھنا

صاحبان! حضور ممدوح نے جو کچھ احسانات آپ لوگوں کے ساتھ کئے ہیں اُسکا صحیح اندازہ آپکے تعلیم یافتہ دماغ بڑی اچھی طرح پر لگا سکتے ہیں۔

اب آپ کہئے آپکا کیا فرض ہونا چاہئے۔ آپکو اس بے انتہا مہربانی کا کیا بدلا دینا چاہئے۔ اگر آپ مجھسے کہتے ہیں کہ تو بیان کر۔ تو کیا میں اور کیا میرا بیان

نظم

تمسے دانش کیا کہے تم خود ہی دانشمند ہو ✤ جانتے ہو کیا ہوا کرتا ہے پھل تعلیم کا
آپکی یہ ماتر بھومی آپکی یہ سر زمیں ✤ تک رہی ہے دیکھئے کس چاؤ سے مُنہ آپکا
جانے کیا کیا آپ لوگوں سے اُمیدیں ہیں اسے ✤ دیکھنا ہوتے نہ پائے پست اسکا حوصلہ
اسکی خاکِ پاک سے پیدا ہوئے ہیں آپ لوگ ✤ آپکا یہ فرض ہے یہ دھرم ہے اب آپکا
اپنی دنیا میں مثالیں ایسی قائم کیجئے ✤ نام ہو جائے زمانے بھر میں جھالاواڑ کا
بچے بچے کو پڑھا دو دیش بھگتی کا سبق ✤ سارے جھالاواڑ میں دریا بہا دو علم کا

ذرہ ذرہ اِس زمیں کا بن کے چمکے آفتاب
تب میں سمجھونگا کیا اِس حق فرزندی ادا

پھر اس اپنے روحانی پتا کو دیکھئے[1] ✤ جس نے احسانات کتنے آپ پر کیے [illegible]

[1] حضور پرنور مہاراجہ [illegible]

دیکھکر صورت تمہاری ہو رہا ہے باغ باغ | اسکے سچے پریم کا کچھ تمنے اندازہ کیا
چھیٹوں میں جب سے تم آئے ہو جھالاوار میں | ہے تمہارا ہی تمہارا اسکے لب پر تذکرہ
تمسے الفت کرنے والا صدق دل سے اسطرح | تمہیں کہدو ہے کوئی اسوقت راجہ دوسرا
تمسے کچھ لینا ہے اسکو ۔ اسکو دیتے ہو تم | میں کہوں کیا تمہیں کرلو خود ہی اسکا فیصلہ
تمسے لینا بھی ہے اسکو تو فقط لینا ہے یہ | دیا جاتا ہے اپنے احسانوں کا اتنا صلہ
تم پھلو پھولو ۔ ہو دنیا میں اپنے نیک نام | کامیابی ہر گھڑی ہوتی رہے تمپر فدا
اتنا پیارا باپ کس شے کا ہے دنیا میں آج | کونسا ہے ایسا بیٹا لاڈلا ماں باپ کا

دیکھنی ہیں اب تمہاری بھی سعادت مندیاں
کسطرح کرتے ہو ان ماتا[۱] پتا[۲] کا حق ادا

ختم کرتا ہوں یہ کہکر اب میں اپنی نظم کو | طالب علمو اسے تم غور سے سُن لو ذرا
اسکو لکھ لو اپنے دل پر یاد رکھنے کی ہے بات | کہہ رہی ہے ہر بشر ہر شخص سے تعلیم کیا

عالم امکاں میں رہنا ہی سکھا دیگی تمہیں
آدمی کیا اس سے بڑھکر ہی بنا دیگی تمہیں
"قابلیت تم میں پڑھنے کی ہے دیکھو کسقدر
پڑھ سکوگے جسقدر اُتنا بڑھا دیگی تمہیں"

---

۱ ماتا جوسی یعنی دلیش ۱۲ ۲ دلیش کے مالک یعنی شری دربار بہادر ۱۲

دو بیویوں کا جھگڑا

رہتے تھے اِک شہر میں اِک شیخ جی
اکبری بیوی تھی اُنکی چاہتی

دونوں رہتے تھے نہایت پیار سے
زندگانی کے اُٹھاتے تھے مزے

رنج و غم کا جانتے تھے یہ نہ نام
عیش میں کٹتے تھے انکے صبح و شام

اکبری کی ایک رشتہ دار تھی
ایک دن وہ اِس سے ملنے آگئی

اور باتوں میں کہنے لگی
میں بہن ملتی ہوں تم سے جب کبھی

تو بڑی حیرت میں ہو جاتی ہوں میں
اپنے دلمیں یوں کہا کرتی ہوں میں؟

ایسے بھی انسان دنیا میں ہیں کیا
فکر سے رکھتے نہوں جو واسطا

اکبری بولی بہن یہ کیا کہا
آج تم کو اے ہُوا کیا ہو گیا

تم نہیں واقف ہو حالت سے مری
میں بھلا کیوں فکر میں رہنے لگی

میرے گھر میں فضل ہے اللہ کا
فکر میں غم میں رہے میری بلا

اُسنے پوچھا فضل ہے وہ کونسا
مجھسے کہئے میں بھی تو سن لوں ذرا

مال و دولت کو تو تب اچھا کہو
کوئی انکا کھانے والا بھی تو ہو

آپ کے گھر میں اندھیرا ہے بہن — کون پوچھے نام لیوا ہے بہن
آپ آدھی عمر اپنی کھو چکیں — اور نہ ابتک بھی بھری پوری ہوئیں
پھر یہ کہتی ہو کہ مجکو ہے خوشی — یہ خوشی ہے آپکو کس بات کی
کون کھائے گا تمہارا مال و زر — ہاتھ کس کے آئیگا یہ سارا گھر

غیر وارث ہونگے اس املاک کے
غیر اس دولت کے لوٹینگے مزے

اکبری نے غور سے جب یہ سنا — اسکی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا
اسکے چہرے پر اُداسی آگئی — رنج و غم کی اک گھٹا سی چھا گئی
اسنے سارے دن نہ کچھ کھایا پیا — ہوگیا کچھ ایسا مالیخولیا
دل ہی دل میں اب تو یہ گھٹنے لگی — وہ طبیعت ہی نہ اب اسکی رہی

ارغوانی رنگ سب جاتا رہا
زعفرانی اسکا چہرہ ہو گیا

شیخ جی نے ایک دن اس سے کہا — کیوں مری جاں یہ تمہیں کیا ہو گیا
تمکو کپڑے کا نہ زیور کا خیال — اور نہ چہرے کے اُترنے کا ملال
اور نہ وہ اگلا سا بننا بولنا — اور نہ وہ انداز وہ ناز و ادا
سُرخیٔ رخسار کیوں جاتی رہی — شوخیٔ گفتار اب وہ کیا ہوئی
کیا ہوا میں بھی سنوں کچھ تو کہو — مجھسے کچھ ناراض ہو بیزار ہو

یا نصیبِ دشمناں بیمار ہو
تمکو ہے میری قسم سچ سچ کہو

اکبری بولی کہ کیا تمسے کہوں	تمسے نا خوش ہوں نہیں بیمار ہوں
رنج ہے مجکو فقط اِس بات کا	بانجھ مجکو کیوں خدا نے کردیا
گھر میں دولت کی نہ راحت کی کمی	گر کمی کچھ ہے تو اِک اولاد کی

اور بے اولاد یہ دولت فضول
بے پسر یہ عیش سارے خاک دُھول

شیخ بولے رنج تو اُسکا کرو	جو مِرے جاں اپنے بس کی بات ہو
اکبری کہنے لگی یہ کیا کہا	آپ نے کیوں یاس کا فقرا کہا
اب نہوگی آپ کے اولاد کیا	بانجھ کیا سارا زمانہ ہوگیا

شُبھ گھڑی سے اور شادی کیجئے
پھر خدا کا فضل گھر میں لیجئے

عورتیں ہوتی ہیں ایسی عقل کی	سوچتی کچھ بھی نہیں اچھی بُری
شوق اس درجہ بڑھا اولاد کا	دوسری شادی کا فتویٰ دیدیا

چونکہ یہ بالکل ہی سادہ لوح تھا
اِسنے بھی منظور فوراً کر لیا

اصغری خانم سے شادی ہوگئی	عیش و عشرت میں بسر ہونے لگی

تھوڑے دن تو عیش میں انکے کٹے ‏— رفتہ رفتہ لطف سب جاتے رہے

سوکنوں کا جو ہے خلقی مادّا ‏— اب اُبھرنے پردہ کچھ کچھ آگیا

یعنی کینہ اور حسد پیدا ہوئے ‏— اور رفتہ رفتہ وہ اتنے بڑھے

دونوں کے دلمیں کدورت آگئی ‏— تُو تُو میں میں آئے دن ہونے لگی

کچھ دنوں میں رنجشیں اتنی بڑھیں ‏— دونوں میں جنگ و جدل ہونے لگیں

رات دن انکو لڑائی سے تھا کام ‏— نیند ہمسایوں کی بھی کردی حرام

دونوں میں اس طرح کا تھا مادّا ‏— سوڈا اور ایسڈ میں ہے جسطرح کا

مل گئیں آپسمیں گر دونوں کہیں ‏— ملتے ہی شعلہ بھبوکا ہوگئیں

اکبری پہلے نہایت تھی متیں ‏— لیکن اب اسمیں وہ خو بو ہی نہیں

اب کہاں تھا اسکا وہ سادہ مزاج ‏— اب تو پہنچا عرش پر اسکا مزاج

ہٹ گئی شائستگی سنجیدگی ‏— خاک میں تہذیب ساری ملگئی

جو الف سے بے کبھی کہتی نہ تھی ‏— وہ ہزاروں گالیاں بکنے لگی

بات جو پردے میں بھی کرتی نہ تھی ‏— اب کھڑی کوٹھے پہ چلّانے لگی

دونوں میں اتنی عداوت بڑھ گئی
ایک کی اک جان کی خواہاں بنی

شیخ کو قابو میں لانے کے لئے ‏— جادو ٹونے سینکڑوں ہونے لگے

ساحروں سے اب یہ فرمائش ہوئی ‏— اپنے فن میں تم نہ کرنا کچھ کمی

اصغری کہتی تھی میرے گھر رہیں ۔ اکبری کہتی تھی میرا دم بھریں
اور اگر اس کام میں کچھ خرچ ہو ۔ تو وہ ہم سے بے تکلف مانگ لو
الغرض گھر خاک میں ملنے لگا ۔ مال ملیا میٹ سارا ہو گیا
جادو ٹونوں سے نہ کچھ حاصل ہوا ۔ گھر بگڑنا تھا بگڑتا ہی رہا
مال بھی غارت ہوا آرام بھی ۔ شیخ کی جاتی رہی سب دل لگی
زندگی کا لطف ہی جاتا رہا ۔ وقت پر کھانا بھی اب ملتا نہ تھا
اصغری سے بولتا تھا یہ اگر ۔ اکبری لیتی تھی گالی سے خبر
اور اگر یہ اکبری سے بولتا ۔ اصغری کا پھر ٹھکانا ہی نہ تھا

سارا گھر سر پر اٹھا لیتی تھی وہ
ناک میں دم ان کا کر دیتی تھی وہ

جب بہت آپس میں جھگڑا بڑھ گیا ۔ شیخ نے تب اکبری سے یہ کہا
پیشتر تو تم کبھی لڑتی نہ تھی ۔ بات یہ پیدا ہوئی اب کیوں نئی
کیوں گھٹائے دیتی ہو تم اپنی شان ۔ کھوئے کیوں دیتی ہو اپنے گھر کی آن
ہائے کیا گھر تھا ہمارا پیشتر ۔ رشک کرتے تھے پڑوسی دیکھ کر
اب یہاں نکلے طور ہی بے طور ہیں ۔ باوا آدم ہی یہاں نکلے اور ہیں
ہیں کہاں پہلے سے اب وہ اختلاط ۔ وہ محبت وہ خوشی وہ انبساط
اب وہ شے برکت ہی ساری اٹھ گئی ۔ گھر میں کیسی چھا گئی بے رونقی

اکبری بولی مری جانے بلا
مجھے کیا ہے اب تمہارا واسطا

اصغری کا آجکل ہے راج پاٹ
یہ اُسی نے کر رکھے ہیں ٹھاٹھ باٹ

شیخ جی رونق ابھی بگڑی ہی کیا
تھوڑے دن میں گھر کی حالت دیکھنا

زندگانی خاک میں ملجائے گی
وانتا کلکل رنگ اپنا لائے گی

شیخ بولے اب یہ جھگڑے چھوڑ دو
دونوں مل جُل کر محبت سے رہو

اکبری کہتی تھی یہ ممکن نہیں
آب و آتش ملکے رہتے ہیں کہیں

میرا اُس سے ہو نہیں سکتا نباہ
کھائے جاتی ہے مجھے سوکن کی ڈاہ

اُسکی صورت دیکھتی ہوں جس گھڑی
خون اُتر آتا ہے آنکھوں میں مری

آپ جب ہنستے ہیں اُسکو دیکھکر
بجلیاں گرتی ہیں میرے قلب پر

رنج و غم سے میری کیا حالت ہوئی
دیکھئے تو کیا سے کیا صورت ہوئی

چاہتے ہیں آپ گر اپنا بھلا
اصغری کو مجھسے کر دیجے جدا

ایک دن تو آپ آئیں میرے ہاں
دوسرے دن اُسکے بنئے میہماں

شیخ نے یہ بات بھی منظور رکھی
حیل و حجت کچھ نہ بیچارے نے کی

اسنے دونوں بیویوں کی رائے سے
گھر کے دو حصے برابر کر دیئے

ہو چکا جسوقت طے یہ فیصلہ | شیخ اپنے دل میں یہ کہنے لگا
کیسی آسانی سے جھگڑا طے ہوا | رنج دونوں کے دلوں سے مٹ گیا
اب بھلے دن آ گئے شکر خدا | اب زمانہ پہلا سا آجائے گا
لیکن اسکو یہ خبر مطلق نہ تھی | اسطرف اسکی نظر مطلق نہ تھی
گھات میں ہے گردش لیل و نہار | تاک میں ہے آسمان کج مدار
سوکنوں کے داغ مٹتے ہیں کہیں | زنگ یہ صیقل سے چھٹتے ہی نہیں
انکے دل کی آگ بجھتی ہے کہیں | یہ لگی دل سے نکلتی ہی نہیں

وہ زمانہ اب تو کوسوں اڑ گیا
انکے جیتے جی نہ واپس آئے گا

اصغری کے پاس اکدن شیخ جی | جا رہے تھے خوشی و خرمی
اکبری کی جب نظر ان پر پڑی | تو حسد سے اسقدر جل بھن گئی
مارے غصے کے وہ گم صم ہو گئی | اور پیٹ کر اپنے یوں کہنے لگی
اب تو جاتے ہیں وہاں اس ٹھاٹھ سے | اور یہاں آتے ہیں روتے جھینکتے
یہ تو جیسے اٹھاتے جا [illegible] | خاک میں ہم یوں ملائے جائینگے
[illegible] یہ [illegible] سکتے نہیں | دیکھنا جھگڑا [illegible] ہو جاتے نہیں
[illegible] آپ کو | اپنے گھر میں [illegible] آپ کو
شیخ بولے تم یونہیں بیٹھا کرو | [illegible] کرتی ہو جھگڑا اک نیا

چھوڑ دو مجکو وہاں جانے دو اب
حجتیں اچھی نہیں ہیں بے سبب

ہو چکا جب فیصلہ اک بات کا
اُس میں ضد کرنے سے پھر کیا فائدا

اصغری یہ بات سُن بگڑی اگر
پھر لڑائی ہو گی پھر پھوٹینگے سر

اکبری کہنے لگی کیوں اے حضور
یہ تو کہئے کیا کیا میں نے قصور

کیوں نہیں اب مجھسے اُلفت آپکو
کیوں نہیں مجھسے محبت آپکو

شیخ بولے تمسے اور اُلفت نہو
تم تو میری جان ہو ایمان ہو

اکبری نے یہ دیا اِنکو جواب
میں تو جب جانوں کہ اُلفت ہے جناب

آج چلکر آپ میرے گھر رہیں
آج میری بات رد ہونے نہ دیں

جب میں سمجھوں آپ مجھپر مرتے ہیں
جب میں جانوں مجھسے اُلفت کرتے ہیں

اسکی باتوں میں تھی ایسی دلبری
شیخ کو مجبور ہاں کرنی پڑی

یہ خبر جب اصغری کو مل گئی
شیرنی کی طرح آئی دوڑتی

وہ گلے کا ہار آکر بن گئی
اور لپٹ کر شیخ سے کہنے لگی

کیا یہی وعدہ کیا تھا آپ نے
کیا یہی تھے عہد و پیماں آپکے

واہ بے پیندے کے بدھنے واہ وا
اِک اِشارے میں ڈھلک کر رہ گیا

کس طرح لیجائے دیکھوں اکبری
یہ بھی کیا سمجھی ہے کوئی دل لگی

اکبری نے ہاتھ کھینچا شیخ کا
اور طنزاً اصغری سے یہ کہا

دیکھیں یوں انکو گھر لے جاؤنگی | اور تو رہ جائے گی مُنہ تاکتی
اصغری نے ہاتھ پکڑا دوسرا | اور جھٹکا دیکے اُس سے یہ کہا
مجھ میں طاقت کیا اب اتنی بھی نہیں | اِنکو میں تجھسے چھُڑا سکتی نہیں
کھینچتی تھی وہ اُدھر اور یہ اِدھر | اور یہ حیران تھے جائیں کدھر
دل میں کہتے تھے الٰہی کیا کروں | میں بہت مجبور ہوں لاچار ہوں
ایک مہماں اور دو ہیں میزباں | سخت حیراں ہوں کہ اب جاؤں کہاں
اصغری کہتی ہے میرے گھر چلو | اکبری کہتی ہے میرے ہاں رہو
اک طرف تو کھینچتی ہے اصغری | دوسری جانب کو ظالم اکبری
شیخ جی کے ہاتھ جب کچھ دُکھ چلے | اکبری سے تب وہ یہ کہنے لگے
اب کہاں وہ مہربانی ہے تری | وہ مروت اب کہاں جاتی رہی
پھانس بھی چبھ جاتی تھی میرے اگر | نیند آتی تھی نہ تجکو رات بھر
کیا تجھے اب کچھ نہیں میرا خیال | کیا تجھے اب کچھ نہیں میرا ملال
چھوڑ دے ظالم خدا کے واسطے | بخشدے اب کبریا کے واسطے

جوڑ تک ہاتھوں کے ڈھیلے ہوگئے
سوج کر کھم دونوں کندھے ہوگئے

شیخ جب اپنی مصیبت کہہ چکا | اکبری نے یہ جواب اُسکو دیا
اِن دموں میں میں نہ آؤنگی کبھی | ایسے فقرے مانے گی اصغری

جان بھی جاتی رہے گر آپکی
تو بھی چھوڑے گی نہ یہ بندی کبھی

چھوڑ دے گر آج تمکو اکبری
تو نہ کہنا اسکو سیّد کی جنی

اصغری بولی کہ تیری کیا مجال
تو نہ بھولے سے بھی یہ کرنا خیال

تو اگر لیجائے ان کو یہاں
نوچ کر کھا جاؤں تیری بوٹیاں

اصغری غصّے سے اب تھرّا اُٹھی
اور کھینچا کھینچ پھر ہونے لگی

شیخ جی کی الغرض وہ گت بنی
مل گیا مٹّی میں لطفِ زندگی

ایک بلبل اور دو صیّاد تھے
ایک شیریں اور دو فرہاد تھے

اِک ہرن تھا اور دو شیرِ ببر
ایک تھا مظلوم دو بیداد گر

سلسلہ جاری تھا کھینچا کھینچ کا
گالیوں کا تار بھی ٹوٹا نہ تھا

اِتنے میں اِک چور گھر میں آگھسا
پر انہوں نے کچھ نہ کھٹکا تک سُنا

چور نے دیکھا یہاں یہ ماجرا
تو وہ ایک ٹٹّی کے پیچھے چھپ گیا

اور تماشہ اِنکی کھینچا کھینچ کا
چپکے چپکے وہ کھڑا دیکھا کیا

اِتنے میں آئی پولس کی روند بھی
اور دروازے پہ یہ آواز دی

کوئی ہے اس گھر کے اندر آدمی
کس لئے دیوار ہے ٹوٹی ہوئی

شیخ کے کانوں میں جب پہنچی صدا
اصغری سے تب یہ جھلا کر کہا

مجکو اے ظالم ستمگر چھوڑ دے
دیکھ اسے بیرحم کافر چھوڑ دے

ہے بھلا انسان کوئی باہر کھڑا — کون ہے دیکھوں تو میں جا کر ذرا

اور اگر تمنے یہی اب ٹھان لی — جان ہی لینا ہے اس بدبخت کی

اُس سے ملکر میں تو یہ آیا ابھی
پھر مری کرنا مٹی کرکری

اصغری بولی کہ جی ہاں چھوڑ دوں — ایسی میں نافہم ہوں نادان ہوں

یا دیہاتن ہوں گنواری ہوں کوئی — آپ کے بھرّوں میں میں آجاؤنگی

جب جواب انکو نہ والیس کچھ ملا — روند کے افسر نے جھنجلا کر کہا

عیش میں سوتے ہو کیا اے غافلو — گھر میں چوری ہوگئی بیدار ہو

شیخ نے جسوقت یہ فقرہ سُنا — تو وہ اپنے دل میں یہ کہنے لگا

کوئی آکر عیش میرے دیکھ لے
زندگی کے لے رہا ہوں کیا مزے

جب وہاں کوئی نہ بولا آدمی — تو پولیس خود گھر کے اندر آگھسی

عورتوں کی اِن پہ جب نظریں پڑیں — چھوڑ کر شوہر کو اندر جا گھسیں

جسم بےحس ہوچکا تھا شیخ کا — اُن سے چھٹتے ہی یہ دھڑ سے گر پڑا

جب پولس نے گرنے کا دھمکا سُنا — وہ یہ سمجھے چور اوپر سے گرا

شیخ کو سمیٹ نہ کچھ بندھنے دیا — بات تک بھی یہ نہ سُننے کر سکا

دفعتہً چھاتی پہ اسکی آچڑھے — اور دھڑا دھڑ دیئے لٹھ اسکو

چور نے جب گت یہ دیکھی شیخ کی | تو نہ بالکل رک سکی اُس سے ہنسی
کھل کھلا کر ہنس پڑا بے ساختا | ہنستے ہی سب راز اُسکا کھل گیا
چور جب ہتّے پولس کے چڑھ گیا | تو اُسے مجبور یہ کہنا پڑا
چور میں ہوں اور یہ ہے ساہوکار | یہ ہے عزّت دار میں ہوں بے وقار
اِسکا قصّہ میں سناؤں آپکو | بیویاں ہیں اس بھلے مانس کی دو
اِس سے تھیں دونوں ابھی لپٹی ہوئیں | آپکے آتے ہی دونوں چھپ گئیں
کھینچتی تھی اِک اُدھر اور اِک اِدھر | یہ پریشانی میں تھا جاؤں کدھر
چوری کرنے تو میں آیا تھا ضرور | پر چُرایا کچھ نہیں میں نے حضور
میں تو اِنکی دل لگی دیکھا کیا | آرہا تھا لطف ٹُگ اوف وار کا
یہ تو پہلے ہی پِٹا ہے اِسقدر | ہاتھ کُپّا ہو گئے ہیں سوج کر
آپنے بھی جب خبر اسکی ہی لی | آگئی بے ساختہ مجکو ہنسی

خواہ چھوڑیں خواہ دیں مجکو سزا
حال جو کچھ تھا وہ میں نے کہدیا

چور نے جب سارا قصّہ کہدیا | روند کا افسر بھی سُنکر ہنس پڑا
دست بستہ شیخ سے کہنے لگا | بندہ پرور بخشئے میری خطا

چور کے دھوکے میں یہ سب کچھ ہوا
ورنہ میں اور آپکو یوں ٹھوکتا

کھینچ کر اِک آہ بولے شیخ جی | کیا خطا ہے اس میں حضرت آپکی

یہ حماقت ہے مجھی بدبخت کی | یہ مصیبت میں نے خود ہی مول لی
خود جو پاؤں میں کلہاڑی مارے | تو شکایت وہ کسی کی کیا کرے

میں نے کیا سمجھا تھا اور یہ کیا ہوا
شوق میں فرزند کے کیا کر لیا

شیخ جی نے اپنا سارا ماجرا | ایسے حسرت خیز لفظوں میں کہا
چھا گئی افسر پہ اک سنجیدگی | دل ہی دل میں رہ گئی گھٹ کر ہنسی

اور انکی جوروؤں کے ظلم کا
سامنے آنکھوں کے نقشہ کھنچ گیا

خیر جب وہ ان کا قصہ سن چکا | تو مخاطب چور کی جانب ہوا
اور اُس مجرم سے یہ کہنے لگا | جرم کی ہوگی تو کچھ تم کو سزا
چونکہ سچا حال تمنے کہدیا | اسلئے تجویز کر لو خود سزا
چور بولا جو سزا چاہو وہ دو | قید ہو - بیدیں لگیں - جرمانہ ہو

میں بھگت لونگا یہ ساری سختیاں
پر نہ کرنا تم مری دو شادیاں

بے حیا

ذکر کرتا ہوں ایک صاحب کا
اُن کی صورت کا کھینچ کر نقشا

ہٹے کٹے بڑے کسیلے تھے
تھے تو بیڈول پر گٹھیلے تھے

ملگجی سی تھی گندمی رنگت
پر نہ ایسی کہ جس سے ہو نفرت

گول چہرہ تھا قد ذرا اوچھا
جسم پھیلا ہوا تھا سر چھوٹا

ریشِ اقدس پہ دستِ قدرت کی
جا بجا ہو رہی تھی ہتھ پھیری

اک بھدّی سی تنگ پیشانی
اور سمجھتے تھے شکل نورانی

ہمنے گردن مگر نہیں دیکھی
دھڑ میں رہتی تھی وہ ہمیشہ چھپی

پیلی پیلی سی میلی میلی سی
نا مسلسل قطار دانتوں کی

جم رہی تھی وہ یوں مسوڑوں پر
جیسے اکثر جگہ منڈیروں پر

ٹوٹے پھوٹے سے کانچ کے ٹکڑے
گاڑ دیتے ہیں چور کے ڈر سے

اور کیا شکل کی دکھاؤں شان
وہ ہزاروں میں تھے اول پہچان

ڈھنگ رفتار کا نرالا تھا
طرز گفتار بھی جُداگانا

اُن کو دعوےٰ تھا پارسائی کا
اور اس میں کسی کو شک بھی نہ تھا

نوٹ: ۔ یہ سچا واقعہ ہے صرف مشتری - فرخ آباد - لکھنؤ - یہ تینوں نام فرضی ہیں

اپنے مذہب کے تھے بڑے قائل — خوب صوم وصلوٰۃ پر مائل
اِن سے ملنے جو کوئی آتا تھا — بدگمانی نہ لیکے جاتا تھا
ایسی باتیں بناکے کرتے تھے — ہوش اُڑتے تھے اچھے اچھونکے
مجلسی علم خوب آتا تھا — خوب آتی تھی اِن کو ٹھگ بدّیا
گو زیادہ نہ تھے پڑھے لکھے — طے کیئے تھے نہ علم کے درجے
فارسی جانتے تھے معمولی — عربی واجبی سی تھوڑی سی
اور اُردو میں ایسے کامل تھے — سونف لکھتے تو صاد سے لکھتے
نظم پڑھتے تھے نثر سے بدتر — یوں گھٹاتے تھے شانِ علم وہنر
اور اس پر بھی فخر کرتے تھے — عقلمندی پہ اپنی مرتے تھے
شوق تھا آپ کو طبابت کا — اِس میں ایسا کمال حاصل تھا
اِن پہ صدقے ہزار دستِ شفا — نسخہ لکھتے تھے لاجواب ایسا
پی لیا جس نے ایک بھی نسخہ — فکرِ امراض اُسکو کچھ نہ رہا
پھر نہ وہ جھانکتا پھرا در در — سیدھا جا پہنچا بس خدا کے گھر
اور اگر کوئی شخص بچ بھی گیا — عمر بھر ایڑیاں رگڑتا رہا
نام اِن کا نہایت اچھا تھا — پر زمانے نے بے حیا رکھا
یوں تو اِن کے بہت سے ہیں قصے — چھوڑے دیتا ہوں طول کے ڈر سے
نام لوگوں نے اِن کا کیوں بدلا — وہ سناتا ہوں آپ کو قصہ

سیر کرنے گئے تھے میلے میں | پھنس گئے عشق کے جھمیلے میں
اِک حسیں ایسی نازنیں دیکھی | جو نمونہ تھی شانِ قدرت کی
دیکھکر اُسکے حُسن کا جلوہ | اِن کا ایمان ڈگمگا اُٹھا
ہو گئے ایسے محوِ نظّارا | ہوش مطلق نہ تن بدن کا رہا
اپنے آپے میں آپ جب نہ رہے | طور بے طور اِن کے جب دیکھے
تو لباس اِن کی پارسائی کا | حضرتِ عشق نے اُتار لیا
اِن کو لیکن ذرا خبر نہ رہی | ننگ و ناموس پر نظر نہ رہی
ایسے بیخود سے ہو گئے یہ تو | جیسے کوئی شراب پی کر ہو

پاؤں جب اِن کے لڑکھڑانے لگے
ایک موری میں گر پڑے دھڑ سے

اِن کے گرتے ہی لوگ دوڑ پڑے | سینکڑوں آدمی اکٹھے ہوئے
کوئی کہتا تھا مر گیا یہ تو | کوچ دنیا سے کر گیا یہ تو
کوئی بولا اِسے اُٹھا تو لو | کوئی کہتا تھا یار مرنے دو
کوتوالی میں کون کھنچتا پھرے | کون ناحق کے مول لے جھگڑے
کوئی کہتا تھا کون اس سے بھڑے | کون کیچڑ میں اپنے ہاتھ بھرے

اِتنے میں اِن کے جاننے والے
اتفاقاً وہاں پر آ پہنچے

خیرو، آپ کو اُٹھا لائے | لے کے ڈولی میں اپنے گھر آئے

عطر اور لخلخے سُنگھاتے تھے | ہوش میں دوست انکو لاتے تھے

آ گئے جب یہ ہوش میں اپنے | دوست یہ پوچھنے لگے ان سے

کیا مرض تھا تمہیں ہوا کیا تھا | یک بیک ایسا کیوں پڑا دورا

آہ بھر کر یہ ہو گئے چپکے | اُن کو کچھ بھی جواب دے نہ سکے

پھر وہی حال ہو گیا اِن کا | وہی غفلت کا پڑ گیا پردا

دوست اِن کے بہت ہی گھبرائے
اِن کو گھر لا کے دل میں پچتائے

سینکڑوں طرح کا علاج ہوا | لیکن اِن کو نہ فائدہ پہنچا

جتنی معجونیں روح افزا تھیں | اِن کے حق میں وہ جاں گزا نکلیں

جو خمیرے مقوئ دل تھے | وہ بھی امداد ان کی کر نہ سکے

جو دوائیں غرض کھلاتے تھے
رائیگاں اُن کے دام جاتے تھے

جب نہ پیری چلی دواؤں کی | تو ضرورت پڑی سیانوں[1] کی

بیسیوں عاملوں کو بلوایا | جانتیروں کا بندھ گیا تانتا

کوئی کہتا تھا بھوت چمٹا ہے | کوئی بولا خبیث لپٹا ہے

[1] بھوت پریت اُتارنے والے۔

کوئی کہتا تھا جن کا کھٹکا ہے
کوئی کہتا پری کا جھپٹا ہے

کوئی سیّد کا نام لیتا تھا
شک کسی کو تھا شیخ سدّو کا

کوئی تعویذ باندھ جاتا تھا
آبِ زمزم کوئی پلاتا تھا

کوئی کہتا تھا اِس کا سر مونڈو
کوئی بولا کہ حاضرات کرو!

کوئی بولا اُتاریئے صدقہ
کوئی کہتا تھا دیجئے بکرا

الغرض جس کسی نے جو مانگا
دوستوں نے وہ بے دریغ دیا

لیکن اِس شخص کا مرض نہ گیا
یہ بھلا آدمی نہیں سنبھلا

بلکہ کچھ جسم بھی جھٹکنے لگا
ضُعف نے زرد کر دیا چہرا

یار اِک تھا لنگوٹیا اِس کا
اُس نے اِک روز اس سے یہ پوچھا

تجھ کو آرام کیوں نہیں ہوتا
بے اثر کیوں ہوئیں دوا و دُعا

اپنا دُکھ کچھ بیان کر تو سہی
کیا ہوا تجھ کو کہہ تو ناشُدنی

سُن کے تقریر دوست کی اپنے
اپنا مُنہ ڈھانک کر یہ رونے لگے

روئے اتنا کہ بندھ گئی ہچکی
بات لیکن نہ مُنہ سے کچھ نکلی

دوست نے ڈر ڈرا کے جب پوچھا
تو یہ مجبور ہو کے کہنے لگا

بھائی کیا پوچھتے ہو حال مرا
کیا کہوں ہائے مجھ پہ کیا گزرا

جبکہ میلے میں جا رہا تھا میں
چوک کے جب قریب گزرا میں

میری آنکھوں نے وہ حسین دیکھی | وہ پری رو وہ مہ جبیں دیکھی

وہ خداداد حُسن تھا اُسکا

شہر بھر میں کوئی جواب نہ تھا

ہائے ظالم کی کیا ادائیں تھیں | میرے پہلو سے دل کو لے ہی گئیں

دل تو جاتا رہا گیا سو گیا

کیا کہوں میں بھی ہائے مِٹ رہا

دوست بولا کہ میں نہیں سمجھا | عشق پیدا ہوا تمہیں کسکا

کونسی تمنے مہ جبیں دیکھی | اُس کا کوئی پتہ ٹھکانا بھی

کس پری رُو نے دل کو چھین لیا | کردیا تمکو کس نے دیوانا

دوست کو آپ نے جواب دیا | چوک میں وہ جو ہے بڑا کمرا

رنگ جسپر ہے کچھ گُلابی سا | جسکے نیچے ہے پیڑ جامن کا

اُسی کمرے پہ تھی وہ رشکِ قمر | آیا ہوں میں وہیں سے لُٹ گھُٹکر

وہیں دل ہے وہیں ہیں ہوش و حواس | وہیں سب کا ہوا ہے ستیاناس

دین و ایمان بھی وہیں چھوڑا | ننگ و ناموس بھی وہیں کھویا

جان باقی رہی ہے تھوڑی سی | وہ بھی مہمان ہے کوئی دم کی

اِسنے رو رو کے اپنا حال کہا

سارا قصہ غرض بیان کیا

جبکہ اسنے رکھا نہ کچھ پردہ — دوست کو سب سُنا دیا قصّہ

اور یہ سُنکے وہ سمجھ بھی گیا — کہ یہ کس پر ہوا ہے گر دیدا

تو وہ بولا کہ واہ رے مکّار — تجھپہ لعنت خُدا کی ہو عیار

تجھ کو تو پارسائی دعویٰ تھا — سجدے بھی لمبے لمبے کرتا تھا

ہم تو سمجھے تھے سجدے کا گٹّھا — یہ تو نکلا کلنک کا ٹیکا

یہ تیری شکل اور ایسے خیال — تجھ میں کمبخت اور ایسے کمال

تو حقیقت میں چار یا نکلا
بھیڑ سمجھے تھے بھیڑیا نکلا

خیر جو کچھ بھی اب ہوا سو ہوا — یہ کسی اور سے نہ کہہ دینا

ورنہ بدنام مُفت میں ہو گے — عشق بازی میں کیا میاں تو گے

اپنی عزت کو کیوں گنواتے ہو — آبرو کا بڑوں کی پاس رکھو

تم بھلے آدمی کے بیٹے ہو — یہ تو سوچو اِسے تو غور کرو

حشر کیا ہوگا اور لوگوں کا — کُفر کعبے ہی سے جب اُٹھے گا

اور تو اور تیرا کیا ہوگا — پاس تیرے نہیں ٹکا پیسا

اور عاشق ہوا ہے رنڈی پر — اور رنڈی بھی غیر کی نوکر

دیکھو اس کوچے میں قدم نہ رکھو — ورنہ پچھتاؤ گے کہا مانو

آپ کو یہ بھی ہے خبر کہ نہیں — اس پہ ہے آپکی نظر کہ نہیں

دوست رنڈی کا کون ہوتا ہے — زندگی سے جو ہاتھ دھوتا ہے

مُنہ لگاتے ہیں بس وہی اُنکو — مفلسی جن کو مول لینی ہو

یہ بھی کیا تم نے دل لگی سمجھی — چھیتڑا تن پہ وہ نہ چھوڑے گی

اپنے گھر بیٹھو اللہ اللہ کرو

لعنت ایسی حسین پر بھیجو

سیدھے ڈھرّے پہ دوست لاتا تھا — اپنا بھیترا سر کھپاتا تھا

ساری باتیں اِسے سُجھاتا تھا — اِس کو لیکن نظر نہ آتا تھا

اِس کی آنکھوں پہ پڑ گیا پردا — عِشق نے اِس کو کر دیا اندھا

عشق کا بھوت اِسکے سر پہ چڑھا — اِس سے جبراً یہ کہلواتا تھا

مجھکو لے جاؤ واں کسی صورت — میری آنکھوں میں ہے وہی صورت

ورنہ میں دیکھنا نہ سنبھلونگا — یونہیں گُھل گُھل کے جان دیدونگا

گر پڑا دوست کے یہ قدموں پر — اُس سے کہنے لگا یہ رو رو کر

زندگی میری گر ہے مدِ نظر — رحم آتا ہے کچھ اگر مُجھپر

صرف صورت مجھے دِکھا دیجے — اُن کے کوچے میں جلد لے چلیئے

دوست نے جب یہ ماجرا دیکھا — اُسکے دل میں بھی یہ خیال ہوا

اب نصیحت سے یہ نہ سنبھلے گا — اِسکا دِل اُس سے مِل کر بہلیگا

اب مناسب نہیں ہے کچھ کہنا — اب نہ ہوگا اثر نصیحت کا

اب ہے لازم مجھے مدد دینا ۔ ورنہ مرجائے گا یہ بیچارا
آؤ اِس کی تشفیاں کر دیں ۔ خوب اِس کی تسلّیاں کر دیں
آخرش دوست نے کیا وعدا ۔ اِن کو ہر طرح ساتھ دینے کا

اور معشوق سے مِلانے کا
اِن کو پورا یقیں دِلا کے اُٹھا

اُٹھ کے رنڈی کے گھر گیا سیدھا ۔ اُس سے ملنے کا سلسلہ ڈالا
روز گھر اُس کے جاتا آتا رہا ۔ کر لیا ربط ضبط جب پیدا
اُسکو تلقینِ دین کرنے لگا ۔ ذکر کرنے لگا قیامت کا
جب قیامت کا اُس نے حال سُنا ۔ چھا گیا اُس پہ خوف دوزخ کا
دل میں ڈرنے لگی خطاؤں سے ۔ جب پشیماں ہوئی گناہوں سے
تو وہ اِک روز اِن سے کہنے لگی ۔ ایسا مُلّا بتائے کوئی
مجھکو دینی اُصول سمجھائے ۔ اور قرآن بھی پڑھا جائے
اُس کو معقول دونگی میں تنخواہ ۔ اُس کی خاطر کرونگی خاطرخواہ

آپ بولے کہ ہاں بتاؤنگا
بلکہ کل اپنے ساتھ لاؤنگا

خیر یہ آئے بے حیا کے گھر ۔ اِن کے معشوق کی خبر لے کر
آکے بولے کہ لو مبارک ہو ۔ اب تو اچھی طرح ہنسو بولو

ہمنے اقرار کردیا پورا ۔۔۔ کل بُلایا ہے آپ کو جانا
دوست نے حال سب کہا اِن سے ۔۔۔ ذکرِ قرآن کردیا اِن سے

سُنتے ہی اِنکی کھِل گئیں باچھیں
گویا اندھے کو مِل گئیں آنکھیں

دوسرے روز خوب بن ٹھن کر ۔۔۔ آپ جا پہنچے مشتری کے گھر
دوست نے ذکر یوں کیا اِن کا ۔۔۔ یوں بڑھایا جناب کا رتبہ
آپ ہیں مولوی بڑے قابل ۔۔۔ صاحبِ فہم ہیں بڑے عاقل
نیکیوں کی طرف بڑے مائل ۔۔۔ یہ ہیں ہر بات میں غرض کامل
خوب قرآن یہ پڑھائینگے ۔۔۔ شان اللہ کی دکھائینگے
تمسے جو کچھ خطا ہوئی ہوگی ۔۔۔ یہ تلافی کرائینگے اُس کی
خوب واقف ہیں یہ اُصولوں سے ۔۔۔ جانتے ہیں طریق مذہب کے
پارسائی کے آپ سچّے ہیں ۔۔۔ خاندانی شریف زادے ہیں
آپ اِس شہر میں غنیمت ہیں ۔۔۔ نیک نیّت ہیں نیک طینت ہیں

کرکے تعریف دوست چلتے بنے
آپ لیکن وہاں جمے ہی رہے

گر سمجھدار یہ بشر ہوتا ۔۔۔ ایسی باتوں کا کیا اثر ہوتا
دوست کے ساتھ اُٹھکے چل دیتا ۔۔۔ نام ہرگز نہ عشق کا لیتا

لیکن ایسے کا کیا کرے کوئی
جس نے خود اپنی آبرو کھوئی

اُسکو قرآن یہ پڑہانے لگے | روز مرہ وہاں یہ جانے لگے
قدر کرتی تھی وہ بہت ان کی | با ادب با لحاظ رہتی تھی
اپنا ہادی وہ جانتی تھی انہیں | اپنا ناصح وہ مانتی تھی انہیں
انکا دم صدق دل سے بھرتی تھی | باپ کا سا وقار کرتی تھی

ان کے قدموں کو چومتی رہتی
ان کو کیا جانے کیا سمجھتی تھی

یہ تو لیکن تھے عشق کے بندے | ان کے وہم و خیال اور ہی تھے
اپنی عزت کے یہ نہ تھے بھوکے | اور ہی بات کے یہ لاگو تھے

چاہتے تھے کہ کچھ رسوخ بڑھے
خواہ عزت سے خواہ ذلت سے

پیشتر یہ خیال تھا ان کا | رنڈیوں کی کمائی کا کھانا
ہمکو جائز نہیں ہے ہرگز بھی | اپنے مذہب کا ہے اُصول یہی
کھانا پینا تو درکنار رہا | یہ نہ چھوتے تھے پان تک اُسکا
گو وہ کہتی تھی روز ہی اِنسے | یہ مگر یونہیں ٹال جاتے تھے
نفس لیکن خلاف تھا اِسکے | روز کرتا تھا سرکشی اِن سے

ایک دن اُس نے اِن کو سمجھایا
اِن کو اس طرح اُس نے اُکسایا

حلۂ معشوق سے تجھے حجت
واہ رے بدنصیب بدقسمت

صرف مُلّاگری میں کیا دے گا
اس میں کیا حوصلے نکالے گا

لطف صحبت اگر اُٹھاتا ہو
ہم پیالہ ہو ہم نوالہ ہو

اُن سے جب بے تکلّفی ہوگی
تو بر آئے گی آرزو تیری

عیش و عشرت میں کر بسر اپنی
قید میں کیوں پڑا ہے مذہب کی

اور مذہب نے کب کیا انکار
تجھکو دعوت کے نام سے مُردار

یونہیں کمبخت کفر بکتا ہے
یونہیں بے فائدہ جھجکتا ہے

خوب زردے پلاؤ گوشت اُڑا
رات دن شب برات و عید منا

نفس کی منطقی دلیلوں نے
اُسکی ان چکنی چپڑی باتوں نے

اِن کے دل کو بہت ہی للچایا
مُنہ میں پانی جب اِن کے بھر آیا

حکم فوراً ہی اُسکا مان لیا
کھانے پینے کا کفر توڑ دیا

لیکن اس سے بھی کام کچھ نہ بنا
وہی پہلا سا رنگ ڈھنگ رہا

قدر ہوتی ہے جو بزرگوں کی
وہی توقیر ان کی ہوتی رہی

اور کچھ اختلاط جب نہ بڑھا
دوسرا ڈھنگ اختیار کیا

جوتیاں اُسکی یہ اُٹھانے لگے
چلمیں بھر بھر کے خود پلانے لگے

پہلے پہلے تو اُس نے روکا بھی | یہ نہ مانے تو وہ بھی بات گئی

وہ ادا فہم ایسی عاقل تھی | اپنے دل میں وہ اِن کو جان گئی

جب سمجھنے لگی وہ اِنکو حریف

طاق میں رکھدیا قرآن شریف

چونکہ اُس میں بلا کی شوخی تھی | اُسکو اِک دل لگی ہی ہاتھ لگی

اب تو وہ اُسنے اِنکا حشر کیا | محفلوں میں ہو جیسے بھانڈوںکا

مولوی کا خطاب چھین لیا | رکھ دیا نام دُم کٹا بھینسا

رفتہ رفتہ وہ گت بنی ان کی | ہاتھ اُسکا تھا اِنکی داڑھی تھی

جب وہ کچھ اِن کو تنگ کرتی تھی | اِن کے دل کی کلی ہی کھل جاتی

اِن کو اب یہ خیال ہونے لگا | اب کوئی دن میں اپنا کام بنا

رنگ بدلا ہے اب زمانے نے | لطف اُٹھائیں گے زندگانی کے

اور یہ اِس اُدھیڑبُن میں پڑے | کس طرح اپنی آرزو نکلے

آخر اِن کے یہ ذہن میں آیا | دوست سے ملئے وہ بتائے گا

آپ فی الفور اُسکے گھر پہنچے

اپنا اظہار مدعا کرنے

اور اُسی دن یہ اتفاق ہوا | فرخ آباد سے پیام آیا

یعنی نوکر تھی جس کی یہ رنڈی | ایک چٹھی اُنہوں نے لکھ بھیجی

دکھنی پنڈت پولس کے افسر تھے — فرخ آباد میں وہ نوکر تھے
مُشتری کو اُنہوں نے بُلوایا — کرلیا قصد اسنے جانے کا

اور اُسی روز لکھنؤ چھوڑا
فرخ آباد کا لیا رستا

دوست کے پاس بے حیا بیٹھے — گفتگو چُٹکلے چُٹکلے کرتے تھے
اتنے دن میں جو ان پہ گُزرا تھا — کچا چٹھا سنا دیا سارا
ان کا قصہ تمام سُنتا رہا — دل ہی دل میں وہ جلتا بھنتا رہا
ختم جس وقت ہو گیا قصہ — تو وہ جھلا کے ان سے یوں بولا
اُس سے اُمید اور یہ تم کو — جاؤ بنئے اب اپنے گھر بیٹھو
سُن کے یہ بے حیا بہت بگڑے — اور جھنجھلا کے دوست سے بولے
کیا کہا آپ نے یہ پھر کہنا — دُعا میرا بر نہ آئیگا
اتنی بڑھ جائے دوستی جس سے — جس سے یوں چھیڑ چھاڑ ہونے لگے
وہ مری بات اور نہ مانے گی — کیا سمجھ ہے جناب عالی کی
دوست بولا کہ سچ کہا ہے — ہمنے دیکھے ہیں ڈھنگ دنیا کے
حد سے جب بے تکلفی گُزری — تو میاں دوستی گئی گُزری

اب تو باقی رہی ہے ایک کسر
جوتیاں اُسکی اور تیرا سر

دوست پھر تو بگڑ کے کہنے لگا — تو نے مجھکو بھی واں ذلیل کیا
تیرا کس کس طرح سے ذکر کیا — کیسے پہلو سے تجھ کو پہنچایا
شان کیسی تری بڑائی تھی — کیسی کیسی تری جمائی تھی
دل میں سوچا تھا جانے میں نے کیا — کاتا پینا کیا کس کر ڈالا
تو نے احمق سمجھ رکھا تھا مجھے — اس غرض سے میں لے گیا تھا تجھے
تجھ کو مردِ خدا یہ لازم تھا — اس کو قرآن کچھ پڑھا آتا
تیرا دل بھی ذرا بہل جاتا — بلکہ کچھ روز میں سنبھل جاتا
اور رکھتا جو ورد قرآں کا — یہ نہ رہتا خیال بیہودہ
وہ تجھے شانِ حق نظر آتی — تیری حالت ہی اور ہو جاتی
ہائے کمبخت کیا کیا تو نے — نام بدنام کر لیا تو نے
تجھ کو دنیا کا کچھ خیال نہیں — اپنی عزت کا کچھ ملال نہیں
تو اور اس بیسوا کی جلیں بھرے — جوتیاں اسکی تو اٹھا کے دھرے

اپنے گھر جا کے بیٹھ بے غیرت
کیوں ملاتا ہے خاک میں عزت

دوست اچھی صلاح دیتا تھا — اسکو کچھ اور ہی خیال ہوا
وہم نے اسکو اتنا گھیر لیا — شک ہوا دوست پر رقابت کا

ہو برا اسکی بدگمانی کا
بات کیا تھی مگر یہ کیا سمجھا

ہمنے دیکھا ہے عشق بازوں کو | [illegible]
جب بُرا وقت اِن پر آتا ہے | وہم کی فوج ساتھ لاتا ہے

پہلے کرتا ہے عقل پر قبضہ
پھر بناتا ہے آدمی سے گدھا

خیر اب یہ وہاں سے اُٹھ بیٹھا | دل ہی دل میں یہ کہتا جاتا تھا
دوست کوئی نہیں کسی کا بھی | ساری دُنیا ہے اپنے مطلب کی

سر جھکائے چلا گیا سیدھا
دوست سے اپنے کچھ کہا نہ سُنا

اور پھر مہ جبیں کے گھر پہنچا | واں جو پہنچا تو گھر ہی خالی تھا
اسنے خالی مکان جب پایا | وحشیوں کی طرح جھلکتا پھرا
دل میں یہ بار بار کہتا تھا | کس سے پوچھوں کہاں لگاؤں پتہ
اِتنے میں آیا اک وہاں سقہ | اُس کے کہنے سے سارا حال کھلا
حال سُنتے ہی ہو گیا بیتاب | اور بھاگا وہاں سے خانہ خراب
کچھ بھی بے عقل نے نہ ساتھ لیا | جیسی حالت میں تھا روانہ ہوا
ایک پیسہ بھی اسکے پاس نہ تھا | صرف قانونچہ تھا اک طب کا
تھک گئے جب ہو گیا نہایت چور | تب کہیں اس نے دم لیا مجبور
سامنے میں اک درخت کے بیٹھا | جانور کی طرح سے ہانپا کیا

جب طبیعت کو کچھ قرار آیا — دل میں اپنے خیال کرنے لگا
وہ مجھے کیوں اکیلا چھوڑ گئی — بے کہے بے ملے وہ کیوں چل دی
خیر اسوقت تو ہوا سو ہوا — اِس کا بدلا ضرور میں لونگا
دیکھنا میں بھی کیا رُلاتا ہوں — کیسے کیسے مزے چکھاتا ہوں
اِتنا بگڑوں گا اِتنا روٹھونگا — مُنہ سے بولوں نہ سر سے کھیلونگا
میں منونگا نہیں منائے سے — قسمیں گو وہ میری لاکھ کرے
خیر اب یہ وہاں سے پھر دوڑا — پھر اُسی طرح مارا مار چلا

گرتا پڑتا یہ بیٹھتا اُٹھتا
فرخ آباد آخرش پُہنچا

اب یہ حیران تھا کہاں جاؤں — کس سے اُس بیوفا کا گھر پوچھوں
ایک چوکی اِسے نظر آئی — اُس میں بیٹھا تھا اِک سپاہی بھی
سیدھا چوکی پہ پھر تو جا پُہنچا — اور سپاہی سے جاتے ہی پوچھا
کیوں بھئی او میاں سپاہی جی — کوئی آئی ہے یاں نئی رنڈی
جب سپاہی نے یہ کلام سُنا — اپنے تیور بدل کے کہنے لگا
ہم دروگہ ہیں کوئی رنڈن کے — توئی ہمسے سُسر جے کا پوچھے
جا سُسر یہیں سے کھنچی بچہ — جاب ڈریہوں میں ہمار کو کہتا
جب سپاہی نے ٹیٹوا پکڑا — تو یہ مجبور ہو کے پیچھے ہٹا

پیچھے ہٹتے ہی اک بڑا کنجڑا | اُس سے بھی آپ نے یہی پوچھا

اُسنے بھی دیدیا اُلٹا سا جواب
ہوگیا چپ غرض یہ خانہ خراب

اب ہوئی اِس کو سخت حیرانی | بڑھتی جاتی تھی اب پریشانی
بھُوک اب اسقدر ستاتی تھی | کہ کلیجے کو کھائے جاتی تھی
پیسہ کوڑی نہ پاس تھا اِسکے | بھیک مانگی نہ تھی کبھی اِسنے
اپنی دوزخ کو بھر سکے کیونکر | بھُوک برداشت کر سکے کیونکر
کِس سے پردیس میں سوال کرے | کِس سے ظاہر یہ اپنا حال کرے
کون تھا اِسکا جاننے والا | اِسکی ہر بات ماننے والا
رہ گیا یہ مسوس کر آنتیں | پیٹ لیکن نہ آسکا بس میں
آگئی عقل اب ٹھکانے پر | اب ہوا یہ خیال پیشِ نظر
تونے کم بخت کیا حماقت کی | ساتھ لایا نہ ایک کوڑی بھی
اور نہ اچھی طرح پتہ پوچھا | یونہیں پردیس میں چلا آیا
جب اُکھڑنے لگا کچھ اِسکا سانس | مضطرب ہوگیا یہ بھوکا ڈانس
بھوک بولی کہ مانگ کر کھاؤ | شرم کہتی تھی بھائی مر جاؤ
غالب آئی جب اِسپہ گرسنگی | شرم غیرت سے دور بھاگ گئی
ایک ترپولیہ پہ بیٹھ گیا | تھا قریب اُسکے ایک چوراہا

ایک اُپلا وہاں اُتارے کا
کچے دھاگے سے لپٹا رکھا تھا

اُس کو صہنک سمجھ کے یہ پکا
اِس کو دھوکا ہوا مٹھائی کا

وہ مگر صرف خشک گوبر تھا
آگیا دیکھ بھال کر اُلٹا

ہوگیا تنگ ناتوانی سے
دھو لیئے ہاتھ زندگانی سے

اِس نے تکلیف کب اُٹھائی تھی
ایسی آفت کب اِس پر آئی تھی

کیا کہوں اِسکی شکل کا عالم
اِس کو آکر جو دیکھ لیتا غم

وہ بھی دل میں بڑا ترس کھاتا
رحم بے رحم کو بھی آجاتا

میو اِک اُس طرف کو آ نکلا
سر جھکائے جہاں یہ بیٹھا تھا

بدحواسی کو دیکھ کر اِسکی
ہوگئی اُس کو سخت بے تابی

آخر انسان تھا وہ میواتی
آگئی اُس کے دل میں ہمدردی

حال پوچھے بغیر رہ نہ سکا
اِس سے وہ یہ سوال کرنے لگا

کون ہے تو کہاں کا باشندہ
کس مصیبت نے تجھ کو آگھیرا

کیوں برستا ہے فکر چہرے سے
کیوں ہیں آثار بدحواسی کے

تجھ پہ گزرا ہے حادثہ کوئی
یا تری شکل ہی ہے کچھ ایسی

پٹ کے آیا ہے تو کسی سے کیا
کچھ بتا تو سہی کہ کیا گزرا

یا کسی کو تلاش کرتا ہے | آہیں کس واسطے تو بھرتا ہے

مرگیا ہے کوئی ترے گھر کا
مُنہ سے کچھ بول تو مرے بھیّا

آپ بولے کہ میں ہوں پردیسی | لکھنؤ شہر ہے مری بستی
یاں کسی کام کو میں آتا تھا | راہ میں ڈاکوؤں نے لُوٹ لیا
لے گئے چھین کر مرا اسباب | کردیا ظالموں نے خانہ خراب
کپڑے چھوڑے ہیں جسم پر باقی | اور اِک یہ کتاب چھوٹی سی
قایم اس واسطے حواس نہیں | جھنجھی کوڑی بھی میرے پاس نہیں
اور فاقہ ہے آج دو دِن کا | کیا کہوں خاک اپنا افسانہ
زندگانی کی اب قریب ہے شام | آنے والا ہے موت کا پیغام

اِس نے اسطرح سے کہا قصہ
آگیا میٹو کو یقیں اِس کا

میٹو کے دِل میں بے بسی اِسکی | اپنی امداد لینے بیٹھ گئی
وہ یہ بولا بڑی محبّت سے | خوب اِس کی تشفیاں کرکے
لو اُٹھو آؤ میرے ساتھ چلو | رات کی رات میرے گھر ٹھیرو
یہ رہا میرا گاؤں تھوڑی دُور | میں تمہاری مدد کرونگا ضرور
دال دیا جو میرے گھر میں ہو | نوشِ جاں چل کے کیجئے اُسکو

اور مولود ہو اگر کچھ یاد | تو بر آئے تمہارے دل کی مراد
آپ مولود گر سنائیں گے | گاؤں والے تمام آئیں گے
کچھ نہ کچھ نذر بھی کرینگے ضرور | رکھتے ہونگے وہ جسقدر مقدور
آپ بولے کہ یہ وہی ہے کتاب | ذکرِ مولود ہے اسی میں جناب
اِسکے پڑھنے سے میں نہیں عاری | یہ مجھے حفظ یاد ہے ساری

گاؤں پر چل کے ساری سُن لینا
میں ابھی سے کروں بڑائی کیا

خیر یہ گاؤں پر چلا آیا | کھانا جو کچھ وہاں مِلا کھایا
ہو گیا جب نچنت کھانے سے | گاؤں والے تمام آ بیٹھے
واہ رے میو تیرا کیا کہنا | حق ادا کر دیا شرافت کا
ہو بُرا لیکن اِس فریبی کا | اُن کو قانونچہ سُنانے لگا
کبھی پڑھتا تھا نبض کے احوال | کبھی آنتوں کے کھولتا تھا حال
تذکرہ فصد کا کبھی پڑھتا | ذکر کرتا کبھی رطوبت کا
کبھی سوداویت کو روتا تھا | کبھی کہتا تھا حال صفرا کا

طب کے جھگڑے غرض سُناتا تھا
شان مولود کی دِکھاتا تھا

ایک بوڑھا سا میو بیٹھا تھا | اِسکی بکواس سُن کے وہ بولا

بک رہیو ہے کہا یہ ہتیا رو | پڑھ رہیو ہے کہا مرو سارو

ایک آنکھر سمجھ میں ناہ آیو
کونڑ یا دشٹ کو پکڑ لایو

میؤ جو اس کو ساتھ لایا تھا | اُس نے اُس شخص کو جواب دیا
ایسا مولود تم کہاں سنتے | شہر والے یہاں کب آئے تھے
تم نے دیکھے ہیں گاؤں کے مُلّا | اُن کا ایسا کہاں لب و لہجہ
اُن میں اسطرح کے کہاں قابل | وہ تو سارے گنوار ہیں جاہل
کس طرح پڑھتے ہیں وہ رُک رُک کر | ایسا پڑھتا ہے کوئی بھی فر فر
جانتے ہیں وہ صرف مکّاری | اُن کو آتی ہے صرف عیاری
ہم کو جاہل جو دیکھ پاتے ہیں | جھوٹی باتیں یونہیں بناتے ہیں
اُن کا ہوتا ہے من گھڑت قصہ | سچ ہی ہے جو کچھ انہوں نے پڑھا
میں بھی حالانکہ کچھ نہیں سمجھا | لیکن اس میں قصور ان کا کیا
تیسے جاہل گنوار ہیواتی | بات کیا سمجھیں ایسے قابل کی
اس سمجھدار شخص کا کہنا | اُسنے گردن جھکا کے مان لیا

دیکھئے کس طرح کیا قائل
ایک جاہل نے دوسرا جاہل

خیر اِن کی کتاب کو سن کر | چل دئے لوگ اپنے اپنے گھر

رات تھوڑی سی جب رہی باقی ۔ پھر وہی دور کی اِنہیں سُوجھی
عشق کا بھُوت پھر سوار ہوا ۔ دِل میں پیدا خیالِ یار ہوا
کچھ اندھیرے ہی سے یہ اُٹھ بیٹھا ۔ دِن نکلتے ہی شہر میں پہنچا
اِس پہ تھے سات آنے کے ۔ گاؤں والوں نے جو دئے تھے اِسے
اُن کی کچھ چیز اِسنے کھا پی کر ۔ ڈھونڈھ ڈھونڈھ ہارے تمام شہر کے گھر
جوں توں کر کے پتہ لگا ہی لیا ۔ انسپکٹر کے گھر غرض پہنچا
اور پوچھا یہ اُن سے ملتے ہی ۔ مشتری جان آگئیں کیوں جی
یہ تو کہئے مجھے بھی پہچانا ۔ کچھ مرا ذکر اُس پری نے کیا
اُن کو قرآن میں پڑھاتا تھا ۔ اُن پہ رہتا تھا صدق دِل سے فِدا
دیکھ کر میں اُنہیں کو جیتا تھا ۔ اُن کے دل میں بھی عشق تھا میرا
اور کچھ آپ شک نہ کر لینا ۔ صرف عاشق ہوں اُنکی صورت کا
وہم ہو آپ کو اگر کچھ اور ۔ دیکھ لینا ہمارے سب تل طور
اب تو جانا نہیں ہے ہم کو کہیں ۔ آپ بھی ہیں یہیں یہ ہم بھی یہیں
یہ سمجھ میں مگر نہیں آتا ۔ مجھ سے کھُلتا نہیں ہے یہ عُقدا
آگئیں کیوں وہ بے کہے مجھسے ۔ آگئیں کیوں وہ بے ملے مجھسے
مجھسے دِل میں وہ کچھ خفا تو نہیں ۔ کہئے کچھ آپ سے کہا تو نہیں
آپ اُن سے مجھے ملا دیجے ۔ دو دو باتیں مِری کرا دیجئے

تب مرے دل کو ہوگا اطمینان
تب ہی آئے گی میری جان میں جان

اس کے جو جی میں آیا کہتا رہا — دل میں کمبخت نے نہ یہ سوچا
کہہ رہا ہوں کہاں میں راز اپنا — میں کہاں رو رہا ہوں یہ دکھڑا
انسپکٹر کو سخت حیرت تھی — بند ہو گئی اس پہ گھگھی اُن کی
دل میں کہتے تھے ماجرا کیا ہے — کیوں یہ بیہودہ باتیں بکتا ہے
اس کی صورت کو غور سے دیکھا — تو وہ سمجھے کہ یہ ہے دیوانہ
کچھ سفر کا تھا یہ تھکا ہارا — شکل بھی ہو رہی تھی پژمردہ
اور کپڑوں پہ خاک دھول پڑی — سادی سی صورت تھی وحشیوں کی سی
شکر ہے خیر انسپکٹر کو — یہ ہوا ثابت ایک یاوہ گو
یہ سمجھ کر وہ فوراً اٹھ بیٹھے — اک سپاہی کو حکم دیتے گئے
اس کو دھتکار دو چلا جائے — دیکھنا پھر کہیں نہ آ جائے
اک اٹھنی بھی خیر دیدینا — کیا خبر جانے کون ہے پگلا
مل گئی اس کو ایک اٹھنی بھی — پہلے تو اس نے شوق سے لے لی
پھر ہوا جانے کیا خیال اسے — منہ بنا کر وہ پھینکدی اس نے
یہ وہاں سے غرض نکالے گئے — رات ہی رات [illegible] نہیں نکلے

اور اٹھنی کی کچھ خبر نہ رہی
یہ اٹھا لائے یا وہیں [illegible]

آخرش یہ اِدھر اُدھر پھر کر
آ ڈٹے مشتری کی ڈیوڑھی پر

اِن پہ رنڈی کی جب نگاہ پڑی
تو وہ نائکہ سے کہنے لگی

لو یہ کمبخت یاں بھی آ پہنچا
وہ کھڑا سامنے موا شُہدا

اُٹھا اِس کا ذرا جھلسا منھ
اِس کا کرنا یہاں سے کالا منھ

اِس سے کہنا یہاں سے چمپت ہو
کس لئے آگیا ہے بیٹھنے کو

دیکھ لینگے جو اِس کو پنڈت جی
گت بنائینگے خوب ہی اِسکی

اور بدظن وہ ہونگے مجھسے بھی
کیونکہ وہ شخص ہیں بڑے وہمی

مشتری نے جو نائکہ سے کہا
اپنے کانوں سے اِسنے خود بھی سنا

تو بھی یہ بے حیا کھڑا ہی رہا
اِسکے دل پر ذرا اثر نہوا

اِتنے میں نائکہ بھی آ پہنچی
اور آتے ہی اِس سے کہنے لگی

آپ کسواسطے یہاں آئے
کوئی سوغات کوئی شے لائے

اِسنے فوراً یہ نائکہ سے کہا
تم نہیں جانتی ہو کیوں آیا

مشتری جان کا ہوں شیدائی
آرزو اُن کی کھینچ کر لائی

اور مجھ کو ہے اُنسے لڑنا بھی
مجھکو کرنا ہے اُنسے شکوا بھی

بے کہے بے سنے چلی آئیں
اور اب تک ذرا نہ شرمائیں

آپ کہتی ہیں کیوں چلا آیا
اور خدا جانے کہتی ہیں کیا کیا

عاشقوں سے کلام یوں کرنا
یوں محبت کا اُن کی دم بھرنا

اُن کو ناحق بُرا بھلا کہنا | تجھ پہ صدقے ہوں واہ کیا کہنا
تم بھی بی نائکہ ذرا سوچو | تم تو دُنیا کو دیکھے بھالے ہو
قدر ہوتی ہے کیا یہ عاشق کی | تمہیں کہنا ذرا خُدا لگتی
اور کیوں بی یہ تم نے کیا پوچھا | کوئی سوغات کوئی شے لایا
عشقِ صادق کا اور کیا تحفہ | دل ہی ہوتا ہے وہ میں دے ہی چکا

جان باقی ہے اُس کو اب لے لو
اور حاضر کروں جو کچھ چاہو

بک چکا جب یہ سارا حال اپنا | نائکہ نے اِسے جواب دیا
یہ تو مانا کہ عشق ہے تم کو | لیکن اِتنا تو دِل میں غور کرو
اُس کو کب آپ سے محبت ہے | بلکہ اُس کو تو سخت نفرت ہے
دل میں ہوتی اگر جگہ پا سکے | تم کو لے آتی ساتھ ہی اپنے
کم کیا خود ہی تُم نے اپنا وِقار | تم نے ہی اُس کو کر دیا بیزار
تم نے جب چھیڑ چھاڑ اُس سے کی | تجھ سے وہ دُور دُور کھنچنے لگی
ہاں اگر آپ کچھ دیا کرتے | دل لگی شوق سے کیا کرتے
آپ تو خود اُسی کا کھاتے تھے | ایسے عاشق تو آپ ہی دیکھے
رنڈیوں سے کبھی ملے بھی ہو | اِن کے پیشے کو جانتے بھی ہو
واقفیت نہیں ہے کیا تم کو | کوئی بیچے ہے دودھ بیچے ہے

تم سمجھتے نہیں ہو اتنی بات
کیسے کرتی ہیں یہ گزر اوقات

کیا انہیں دستِ غیب آتا ہے
یا انہیں کوئی بخش جاتا ہے

یا خزانہ گڑا ہوا ہے کوئی
یا ٹھکانا ملا ہوا ہے کوئی

یا برستا ہے آسمان سے زر
تم کو اِس بات کی نہیں ہے خبر

اِن کو دیتے ہیں چاہنے والے
اِن سے اُلفت نباھنے والے

یوں ہوا کرتی ہے گزر اِن کی
یوں ہوا کرتی ہے بسر اِن کی

یہ اُنہیں کا وقار کرتی ہیں
اُنہیں شخصوں کو پیار کرتی ہیں

اُنہیں لوگوں سے رُخ ملاتی ہیں
جن کا کھاتی ہیں اُنکا گاتی ہیں"

تم سے لوگوں پہ یہ نہیں مرتیں
قدر کنگلوں کی یہ نہیں کرتیں

کیا کبھی تمنے کچھ دیا اِن کو
اِسی بِرتے پہ عشق کرتے ہو

اب کہو تم سے کسطرح سے نبھے
تم کو کس واسطے وہ پیار کرے

تم جب اُن کی کمائی کھانے کو
آستینیں چڑھا کے آبیٹھو

اب یہ بہتر ہے تم چلے جاؤ
اپنی عزت بچا کے لیجاؤ

سُن کے بولا یہ بے حیا پھر بھی
اِک نظر اُن کی دیکھ یوں جھلکی

مُجھ کو بی نائکہ ملا تو دو
اِنّا لِلّٰہ تم سلوک کرو

ما شا اللہ اب نہ کھاؤنگا
بلکہ اب اُنکو میں کھلاؤنگا

صاحبِ جائداد ہوں میں بھی
مِلک ہے میرے پاس پُشتینی

جھوٹ کہتا نہیں قسم لے لو | لاؤ قرآن ہاتھ پر رکھدو

اتنے دن سے یہ تمنے کیوں نہ کہا
میں تو اب تک نہال کر دیتا

سن کے بولی یہ نائکہ ان سے | ہائے افسوس تم نہیں سمجھے
کس کی نوکر ہیں وہ خبر بھی ہے | اپنی عزت کا تم کو ڈر بھی ہے
کہدیا جاؤ اپنا کام کرو | تم سمجھتے نہیں ہو احمق ہو
اب تو یہ نائکہ کے پاؤں پڑا | اور یہ گڑگڑا کے کہنے لگا
اک نظر تو مجھے دکھا ہی دو | میری محنت ذرا سپھل تو ہو
اس کی جب حد سے عاجزی گزری | تو یہ مجبور نائکہ بولی
اچھا بیٹھو وہ آنے والی ہیں | اب وہ حمام جانے والی ہیں
جب وہ آئیں تو انسے مل لینا | ملتے ہی پر یہاں سے چلدینا

اتنا سن کر یہ باغ باغ ہوئے
اور یہ اپنے دل میں کہنے لگے

مجھ سے ناخوش ہوئیں وہ کیوں اتنی | کونسی بات ناگوار ہوئی
نقص بھی مجھ میں کچھ نہیں ایسا | شکل و صورت سے بھی نہیں ہیٹا
ہاں مگر اب مجھے خیال ہوا | یہ بھی شیوہ ہے دلربائی کا
اکھڑی اکھڑی ہیں اسلئے باتیں | دلبری کی یہی تو ہیں گھاتیں

کج ادائی ہے شانِ محبوبی
اس سے بڑھتی ہے حُسن کی خوبی

سنگدل جو نہو وہ کیا معشوق
سب ہی ہوتے ہیں کج ادا معشوق

یہ تو اِن کا ہے جوہرِ ذاتی
اِن کا زیور ہے خوئے ناراضی

ہے طریقہ یہی حسینوں کا
ہے وتیرہ یہ مہ جبینوں کا

دل سے جن کو یہ پیار کرتی ہیں
جن کی اُلفت کا دم یہ بھرتی ہیں

اُن کو ہر طرح آزماتی ہیں
بے سبب اُن کا دِل دُکھاتی ہیں

وہم ناحق ہی ہو گیا تُمکو
ایسی باتوں کو دل سے دور کرو

وہ ہیں ناراض اوپری دِل سے
ہوتے ہیں یہ ظاہرا غمزے

چار آنکھیں تو اُسنے ہونے دو
دیکھ لینا سلوک کیسا ہو

اور اِس نائکہ کی باتوں کا
تمنے کیوں اِسقدر خیال کیا

یہ تو پیشہ ہے ایسے لوگوں کا
یہ طریقہ ہے اِن رذیلوں کا

یونہیں باتیں بنایا کرتی ہیں
نائکہ پن دِکھایا کرتی ہیں

ورنہ اُن کو جو ہم سے اُلفت ہے
جسقدر اُن کے دِل میں عظمت ہے

اُس کو دِل جانتے ہیں دونوں کے
نائکہ وہ رموز کیا جانے

آخرش اِس نے فیصلہ اپنا
کر لیا اپنے حق میں جو چاہا

اِتنے میں مشتری بھی آ پہنچی
آپ نے دوڑ کر زیارت کی

وہ انہیں دیکھکر بہت بگڑی — اپنا منھ پھیر کر وہ آگے بڑھی
یہ بھی کچھ اور آگے آگے بڑھے — تاکہ وہ انکو دیکھ کر بولے
بات اُس نے مگر نہ کی ان سے — پاس ہی گو یہ اُسکے جا پہنچے
وہ نہ بولی تو بے حیا بولے — اک ہماری بھی عرض سُن لیجے
پہلے اس بات کا سبب کہیے — کیوں چلی آئیں ہم سے بے پوچھے
کیا یہی ڈھنگ ہیں شرافت کے — یہی معنی ہیں آدمیت کے
اپنے عاشق کو یوں ستاتے ہیں — اُسکا دل اس طرح دکھاتے ہیں
یہ جفا کاریاں کہاں سیکھیں — ایسی عیاریاں کہاں سیکھیں
کیا کہوں تم سے سخت ناخوش ہوں — چاہتا ہوں کہ بات بھی نہ کروں
لیکن اس حسن نے کیا مجبور — کر دئے اسنے سارے شکوے دور
جانے کیا اسنے کر دیا جادو — دل مرا ہو رہا ہے بے قابو
من رہا ہوں میں بے منائے ہی — واہ رے تیرے حُسن کی خوبی
یوں کنکھیوں سے دیکھتی کیا ہو — آؤ سینے سے میرے آ لپٹو
کر دیے ہمنے سب قصور معاف — ہو گیا دل ہمارا بالکل صاف
اب نہ کرنا مگر خطا ایسی — ورنہ ہرگز نہ درگزر ہوگی
جب پٹھے کا نام اسنے سنا — سرخ غصے سے ہو گیا چہرا
خوب [illegible] خوب جھنجھلائی — سینکڑوں بے نقط سنا گئی

بولی چلا کے دور ہو مردار | تجھ پہ لعنت موئے خدا کی مار
شرم تجھ کو ذرا نہیں آتی | کیا کہا تو نے بے حیا خبطی

اتنا سن کر بھی یہ مگر نہ ہٹے
بلکہ بے غیرتی سے ہنستے رہے

جب وہ سمجھی کہ یہ نہیں ٹلتا | اُسنے لشکا دیا بلی کتا
کتا جسوقت اسکے پیچھے پڑا | ٹوک دُم ہو کے بے حیا بھاگا
بے تکاشا یہ دوڑا جاتا تھا | پیچھے بل ڈوگ لپکا جاتا تھا
بھاگا دوڑی میں لگ گئی ٹھوکر | گر پڑا اک درخت کی جڑ پر
نوک نکلی ہوئی تھی اک جڑ کی | تیر کی طرح ناک پر بیٹھی
خون جسوقت ناک سے نکلا | اسکی گردن پہ آ چڑھا کتا
اسنے کتے کو مارنا چاہا | سر کو اونچا ذرا اٹھایا تھا
اُسنے بھی اپنا پینترا بدلا | ناک پر غرغرا کے آ لپٹا
سر ہلا کر جو اک جھنجھوڑی دی | آدھ پا کی اکھاڑ لی بوٹی
کھال کھنچتے ہی تلملا اٹھا | ناک کٹتے ہی بلبلا اٹھا
زخم حضرت کے جب لگا کاری | عشق بازی نکل گئی ساری

کٹ گئی جب جناب کی بینی
خاک میں مل گئی وہ خود بینی

اب اسے دوست اپنا یاد آیا
اب تو سر کو پکڑ کے بیٹھ گیا
دل ہی دل میں یہ اپنے کہتا تھا
کیا سناؤنگا داستاں اپنی
جب یہ منہ اپنا میں دکھاؤنگا
ہائے کیسی تھی وہ گھڑی کمبخت
ہو وہ غارت خدا کرے میلا
ہائے افسوس کیا کیا میں نے

اب حماقت پر اپنی پچھتایا
اپنی تقدیر کو یہ رونے لگا
کیا کہونگا جو کوئی پوچھیگا
کیا کہوں گا کہ مجھ پہ کیا گزری
کیا کہے گی بھلا مجھے دنیا
میں نے دیکھا تھا اسکو جس وقت
جسکے باعث یہ میرا حشر ہوا
عشق بازی میں کیا لیا میں نے

مان لیتا جو دوست کا کہنا
آج یہ دن نصیب کیوں ہوتا

زخم سینے مگر یہ کہتا تھا
اب مجھے بوالہوس خیال ہوا
حوصلے پست اب ہو گئے میرے
ہوش آیا ہے اب مجھے غافل
ہائے کس وقت شرمسار ہوا

تجھ پہ لعنت خدا کی اب سمجھا
اب تجھے بے حیا ملال ہوا
ناک جس وقت کٹ گئی جڑ سے
منہ دکھانے کے جب نہیں قابل
کب یہ نافہم ہوشیار ہوا

زندگانی کا لطف جب نہ رہا
بے حیائی کا رہ گیا جینا

روچکا جب یہ خوب جی بھر کے
اشک آنکھوں میں اسکی جب نہ رہے

زخم پر اس نے باندھ لی پٹّی
اور گھر جانے پر کمر باندھی

ساتھ لایا نہ تھا ٹکا پیسا
مانگتا کھاتا اپنے گھر آیا

عشق بازی بہت بُری ہے بلا
اسکی دانش کوئی دوا نہ دُعا

عشق دشمن ہے زندگانی کا
عشق لاگو ہے نوجوانی کا

آدمی کی یہ شان کھوتا ہے
عشق منجدھار میں ڈبوتا ہے

اس کا جس شخص پر پڑا سایا
دونوں عالم سے وہ گیا گزرا

اس پہ ڈالی اگر کسی نے نظر
عقل اُس کی ہوئی رفو چکّر

اس کی زد سے بچے ہوئے رہنا
لطف گر چاہتے ہو جینے کا

یہ نشانہ خطا نہیں کرتا
یہ مروّت ذرا نہیں کرتا

اسکے پھندے میں جو کوئی آیا
لکھدیا اُس نے خط غلامی کا

خواہ کیسا ہی پارسا ہو بشر
چل گیا عشق کا اگر منتر

طوقِ لعنت پنہا دیا اُسکو
اپنا بندہ بنا لیا اُسکو

فخر خاتونانِ ہند عالیجناب ہر ہائنیس نازلی رفیعہ سلطان بیگم صاحبہ ریاست جنجیرہ معہ اپنی دونوں معزز بہنوں کے کالون گرل سکول ریاست جھالاواڑ ملاحظہ کرنے تشریف لائیں تھیں اُس موقع پر گرل سکول کی طرف سے لڑکیوں نے یہ نظم پڑھکر سُنائی تھی۔

نظم

بڑی خوش قسمتی ہے لڑکیو اپنی ان آنکھوں کی
زیارت کر رہی ہیں آج جو ان مہمانوں کی

کہ جنکے زیورِ علم و ہنر کی زیب و زینت ہے
کھلی جاتی ہیں آنکھیں خلق کی اقتدا انکی

دلوں میں جوش پیدا کر دیا تعلیم نسواں کا
انہوں نے رہنمائی خوب کی ہم بے زبانوں کی

بڑھے گی قدر اس دنیا میں اب اپنی بھی انہوں سے
بنیں گی فخر پڑھ لکھکر ہم اپنے خاندانوں کی

کرینگی نام اپنے ملک کا روشن ہم آدانش
کمی ہندوستاں میں اب نہ ہوگی باکمالوں کی

طاعون

پیشتر اس عالمِ فانی کا یہ دستور تھا | رنج ہوتا تھا فقط ہمجنس کو ہمجنس کا
ہو گیا ہے حضرتِ طاعون کا جب سے عمل | وہ زمانے کا طریقہ ہی گیا سارا بدل

سوگ پہلے آدمی کی موت کا کرتے تھے ہم
اور اب کرنے لگے چوہوں کے مرنے کا بھی غم

ہیٹ

دیکھئے تو اُٹھا کر آئینہ | شکل کیا ہیٹ نے بنائی ہے
بات کہنا تو واجبی کہنا
ڈارون کی تمہیں دُہائی ہے

غزلیات

مری حسرت نے محفل میں وہ رنگ اپنا جمایا تھا
تماشے کا یہ عالم تھا کہ خود محوِ تماشا تھا

تمہیں اے خضرِ انجامِ محبت گر سمجھنا تھا
تو پہلے اِس نہایت جادواں سے ہاتھ دھونا تھا

بظاہر مہربانی تھی تسلّی تھی دلاسا تھا
مگر دل میں خدا جانے بتِ عیار کے کیا تھا

نہ دنیا کی تھی کچھ پروا نہ عقبیٰ کا تھا اندیشہ
لڑکپن کا زمانہ بھی بڑا اچھا زمانہ تھا

دمِ آخر مری باتیں یہ وہ معجز نمائی کی
اُنہیں بھی ہو گیا دھوکا یہ سمجھا یا مسیحا تھا

نہ اُنکے ظلم کا شکوہ نہ اپنے صبر کی تحسین
وہ دلداری کا شیوہ تھا یہ دل دینے کا ثمرا تھا

لڑائی سے ہی کیا حاصل نتیجہ اِس سے کیا آخر
اب اِسکو بھول جاؤ ہو چکا جو کچھ بھی ہونا تھا

زمانے میں جو کچھ دیکھا وہ دو دن کی بہاریں تھیں
نہ ہم تھے اور نہ دنیا تھی فقط دھوکے ہی دھوکا تھا

انہیں وعدوں انہیں عہدوں نے مجھکو عمر بھر کھویا
کبھی امروز کہتے تھے کبھی اقرار فردا تھا

ہمیں جس شخص سے ضد تھی تمہیں اُس سے محبت تھی
لڑائی اور کیا تھی تم سے بس اتنا ہی جھگڑا تھا

نہ ہوتے ہم اگر پیدا تو حسرت تو کہاں رہتی
زمانے بھر میں ناداں کیا یہی تیرا ٹھکانا تھا

کسی کا درد دکھ سنکر وہ روئیں ہم نہ ہانسیں گے
یہ اُنکی چالبازی تھی بناوٹ تھی دکھاوا تھا

بجز حسرت کے گھر میں عاشقوں کے اور کیا ملتا
یہی اُن بدنصیبوں کی کمائی کا ذخیرا تھا

خدا جانے وہ کل اب کونسی ہوگی خدائی میں
کہ روزِ حشر بھی کافر سب پر روزِ فردا تھا

ترے در پہ ہی ساری عمر ہم نے جبہ سائی کی | یہی کعبہ یہی مسجد یہی اپنا کلیسا تھا

نہیں کرتا ہے یوں سینہ سپر دُنیا میں کوئی بھی
یہ دانش تری ہمت تھی یہ تیرا ہی کلیجہ تھا

پھر دُعا جو ہاتھ اُٹھا بادہ خوار کا | موسم پلٹ کے آیا خزاں میں بہار کا
رہنے دے کچھ تو تار گریباں میں اے جنوں | کیا پھر نہ آئیگا کبھی موسم بہار کا
حسرت شگفتگی کی شگوفوں میں رہ گئی | افسوس ختم ہو گیا موسم بہار کا
ساقی لگی بجھے گی نہ دو چار جام سے | دوزخ بنا ہوا ہے شکم میگسار کا
بوتل دبائے شیخ وہ آتا ہے میکشو | دیکھا ہو تو دیکھ لو مُنھ روزہ دار کا
ہو جائے تار تار گریبان تو سہی | باغ جہاں میں آئے تو موسم بہار کا
دُنیا میں کوئی شے نہیں نایاب ہے غلط | بتلائیے پتہ تو کسی غمگسار کا
مرنے کے بعد بھی رہیں ظالم کو کاوشیں | گُل کر گیا چراغ ہمارے مزار کا

دانش کو آپ کہتے برا آپکی خوشی
سب ہے آدمی مگر یہ بڑے اعتبار کا

بیٹھ کر کس کس کو روئیں دل ہی کیا جاتا رہا | صبر بھی غائب ہے وہ بھی آسرا جاتا رہا
دل کی پامالی کا شکوہ اور تو کچھ غم نہیں | آرزو کا لطف حسرت کا مزا جاتا رہا
ایک دن آ کر نہ قاصد نے کہی مطلب کی بات | عمر بھر ظالم یونہیں آتا رہا جاتا رہا
آپکے سر کی قسم گردوں کا کچھ افسوس ہے | بے مروت بیوفا اچھا ہوا جاتا رہا

روتے تھے اُسطرف جانے سے تمھیں سب مگر
وائے قسمت میں گرفتار رہا جاتا رہا

دل کے جانے کا کیا کرتے ہیں دانش یوں بھی رنج
کیوں مرے جاتے ہو اب جاتا رہا جاتا رہا

قائل ہی نہیں وہ بت کافر جو خدا کا
کیا خاک یقیں آئے اُسے روز جزا کا

ایسا ہو دل اُنکا ہی آجائے الٰہی
انداز وہ خود دیکھ نہ لیں اپنی ادا کا

ہر جرم کی وہ ہاتھ سے خود دیتے ہیں تعزیر
اللہ رے مقدر مری تقصیر و خطا کا

گستاخی اغیار پہ بھی آئے تو جانیں
جب ہمتو کہیں آپکا غصہ ہے بلا کا

کیوں دل بیمار اچھا ہو گیا
ہمنے کیا چاہا تھا اور کیا ہو گیا

بدگمانی ہو تو میرے دل میں ہو
آپکو کیوں وہم پیدا ہو گیا

وہ مری نظروں سے کیا غائب ہوئے
صبر بھی کمبخت عنقا ہو گیا

یہ تو مانا وہ بلاتے ہیں ہمیں
اور اگر درباں سے جھگڑا ہو گیا

راز الفت کب چھپایا ہمنے ہائے
جبکہ دُنیا بھر میں چرچا ہو گیا

جانور کا نام تھا عنقا کبھی
اب جہاں میں آدمی کا ہو گیا

کیا کہیں دل پر تمہارے عشق میں
کیا ابھی ہونا ہے اور کیا ہو گیا

بیگنہ کو قتل کرکے خوش ہوئے
اب تو بس ٹھنڈا کلیجہ ہو گیا

خوب سوئے اب تو جاگو غافلو
قافلہ کوسوں روانہ ہو گیا

فکرِ عقبےٰ اور داغؔ آپ کو
آپ کو ناحق یہ سودا ہو گیا

ہوئی فراق میں کیا جسمِ زار کی صورت
خدا دکھائے نہ اب انتظار کی صورت

وہ رنگ روپ وہ زینت تمام کھو بیٹھے
بھلا یہ آپ نے کیا اختیار کی صورت

ہمارا نام مٹا دو مگر یہ یاد رہے
نظر نہ آئیگی پھر غم گسار کی صورت

زمانہ چھان لیا ہمنے سب کو دیکھ لیا
اگر ہے پیار کے قابل تو یار کی صورت

تمہیں قسم ہے لو دیکھو تو آئینہ زاہد
کہ ایسی ہوتی ہے پرہیز گار کی صورت

وہ آنکھیں اور ہیں وہ اور ہے بینائی
تم اپنے دیکھنے آئے ہو یار کی صورت

زبان کاٹ لو کچھ بھی کہا ہو گر میں نے
مگر چھپا نہ سکا جسمِ زار کی صورت

تصور ایک کرشمہ ہے جذبِ صادق کا
کہ آنکھ بند ہے۔ آنکھوں میں یار کی صورت

وہ آئے حضرتِ ناصح لگے سمجھانے کو
وہ آئے ہمکو بتانے قرار کی صورت

میں خود ہی بھول گیا اپنی شکل اے داغؔ
یہ دو ہی دن میں ہوئی جسمِ زار کی صورت

شیخ یوں جلتا ہے ہمکو دیکھکر
دوزخی جیسے ارم کو دیکھکر

کشمکش دیکھی امید و یاس کی
مضطرب دونوں ہیں ہم کو دیکھکر

حضرتِ واعظ کی سُنئے گفتگو
آپ آئے ہیں ارم کو دیکھکر

کوئی جانے ہے ہمیں سے ربط ضبط
کتنے خوش ہوتے ہیں ہمکو دیکھکر

کیا اسی برتے پہ کی تھی عاشقی
رو دئے اتنے سے غم کو دیکھکر

عاشق جانباز انکا نام ہے
مر مٹے نقش قدم کو دیکھکر

دیکھئے چالاکیاں عیار کی
بات کیا بدی ہے ہم کو دیکھکر

بے گناہی کو ہوا جرموں کا شوق
آپ کے لطف و کرم کو دیکھکر

یہ تو کہیئے اُف کروں کب تک نہیں
اِس جفا کو اِس ستم کو دیکھکر

واہ کیا سیکھی ہے کافر نے ادا
مُنہ سُجا لیتا ہے ہم کو دیکھکر

وہ زمانہ بھی کبھی آتا ہے یاد
کیا کہا کرتے تھے ہم کو دیکھکر

رنج یوں کرتے ہیں دانش آدمی
کیوں مرے جاتے ہو غم کو دیکھکر

اُٹھائینگے غم ہم یہاں تم وہاں
سہینگے الم ہم یہاں تم وہاں

عدم اور کس چیز کا نام ہے
یہاں ہے عدم ہم یہاں تم وہاں

بلا سے ہے تمہاری تمہیں کیا پڑی
تمہیں کس کا غم ہم یہاں تم وہاں

بڑے مجھ سے میں ہے جانِ حزیں
کہیں کیا صنم ہم یہاں تم وہاں

کیا دشمنوں نے یہ شہرہ
یہ ڈھایا ستم ہم یہاں تم وہاں

دل آشنا ہے اور ہیں یہاں
فقط [illegible]

ہوس جو ہے دیکھیوں کا میابی
تمہاری [illegible] ہیں [illegible]

مرا دنیا سے کتنا سا تعلق
دلِ بے مدعا ہے اور میں ہوں

ہر چند میں نے روکا پہلو بدل بدل کر
لے ہی گئے وہ دل کو آخر مچل مچل کر

دل لے چکے تھے پہلے اب لے لیا جگر بھی
آخر وہ جاں بھی لینگے یونہیں مچل مچلکر

پہنچا وہاں جو اے دل وہ لوٹ کر نہ آیا
جانا کہاں ہے ناداں ایسا اُچھل اُچھل کر

کیا خاک جی رہا ہے بے لطف زندگی ہے
کب تک رہے جہاں میں انساں سنبھل سنبھلکر

پانی کا بُلبُلہ ہے انسان اور کیا ہے
دنیا میں پھر رہا ہے شکلیں بدل بدلکر

جو وقت کام کا تھا وہ کھو چکے ہو خود ہی
اب ہاتھ مل رہے ہو پہلو بدل بدلکر

تجکو قسم ہے حسرت نکلی جو میرے دل سے
رہ جانا دل ہی دل میں پہلو بدل بدلکر

اُستاد جو ہیں دانش وہ تاڑ لینگے تمکو
سو بار کیوں نہ جاؤ صورت بدل بدلکر

نیرنگئ جہاں کو کیا دیکھتا ہے دانش
گر گر پڑے ہیں لاکھوں انساں سنبھل سنبھلکر

دل بھی نثار جاں بھی اُن پر فدا کریں
آنے نہ دیں وہ پاس ہی ہمکو تو کیا کریں

وہ کہہ بھی دیں کہ کل سے قیامت مراد ہے
نالوں سے ہم تو آج ہی محشر بپا کریں

اِسکی سحر بھی صبحِ قیامت کہیں نہو
کب تک شبِ فراق کی گھڑیاں گنا کریں

تسکین دینگے خاک مریضانِ عشق کو
اپنے تو پہلے ہوش کی عیسیٰ دوا کریں

مطلب ہے کوئی اسمیں بھی دانش وگرنہ یوں
وہ ہمکو چھیڑتے رہیں اور ہم سنا کریں

اُنہیں دل دیکے وا آتش پڑ گیا میں کس مصیبت میں
کہیں ایسا نہو آجائے دل صاحب سلامت میں

شب وعدہ اُمید و یاس باہم ملکے بیٹھے ہیں
تمنائیں پسی جاتی ہیں ان دونوں کی شرکت میں

نہیں درکار کچھ دولت فقط شیریں کلامی ہے
زمانہ سارا ملجاتا ہے بس اتنی سی قیمت میں

ذرا دم لے ٹھہر جا وقت آنے دے قیامت کا
مجھے ظالم تجھی کو پیش کرنا ہے شہادت میں

دکھا دینگے تجھے شانِ کریمی حشر میں واعظ
کہ جب رحمت گنہگاروں کو لیجائیگی جنت میں

ارے واعظ یہ ظالم سب تری رنگین بیانی ہے
ہمیں معلوم ہے جو فرق ہے دوزخ میں جنت میں

جنہیں ہر رنگ میں دنیا سے ہے وقفیت کامل
نہ راحت میں اُنہیں فرحت نہ دکھ اُنکو مصیبت میں

ہمارے فعل ہی خود کاتب اعمال بنتے ہیں
ازل میں کچھ نہیں لکھا خدا نے بندے کی قسمت میں

تصدق کر دیا دل بھی جگر بھی جان بھی سر بھی
یونہیں گھر دیدیا سارا مروت ہی مروت میں

اُٹھالو زندگی کا لطف کل کیا جانیئے کیا ہو
غنیمت جان لو جو وقت گزرے عیش و راحت میں

وا آتش فراقِ یار میں یوں نوحہ گر نہو
دل پر ہزار چوٹ لگے آنکھ تر نہو

یہ کیا کہیں ہوں مضطرب اُنکو خبر نہو
وہ درد کچھ نہیں کہ اِدھر ہو اُدھر نہو

دم بھر میں ختم ہو گئی شب وصل دیکھنا
یہ وہ نہیں ہے کہ جسکی سحر نہو

دنیا کے لطف دولت دنیا کے ساتھ ہیں
سب خوبیاں ہیں ہیچ اگر پاس زر نہو

جس دل میں آرزو نہو بیکار ہے وہ دل
کس کام کا وہ نخل کہ جسمیں ثمر نہو

ہرگز وہ اعتبار کے قابل نہیں بشر
جسکو خدا کا خوف قیامت کا ڈر نہو

یہ حُسن عارضی کوئی دن کا ہے میہماں — مغرور اس شباب پہ اسے بے خبر نہ ہو

کیا خاک اعتبار کریں اُسکی بات کا

اپنے ہی حال کی جسے دانش خبر نہ ہو

نہایت سنگدل ہو بیمروت ہو ستمگر ہو — بتو ہم لاکھ میں کہدیں کہ تم بے رحم کافر ہو

اُسے کیا ڈر قیامت کا اُسے کیا خوف محشر ہو — تیری رحمت الٰہی جسکے سر پر سایہ گستر ہو

ہمیں تو کر چکا یہ نعمتِ دنیا سے مستغنی — نہیں پروا ہمیں دلکی تمہیں لیکر تونگر ہو

نہ ملنے سے تمہارے وہ اگر بیتاب ہو جائیں

کہینگے ہم تو جب دانش کہ قسمت کے سکندر ہو

مدِ نظر تھی یار کی دانش رضا مجھے — کہنا پڑا ہر ایک سخن پر بجا مجھے

کس کو سناؤں حال دلِ دردمند کا — ملتا نہیں ہے کوئی بھی درد آشنا مجھے

جو جانتا نہیں ہے محبت کا نام بھی — افسوس کیسے شخص سے پالا پڑا مجھے

دو چار دن کا اور ہے موسم بہار کا — صیاد اب تو کر دے قفس سے رہا مجھے

یارب بُرا ہو اس دلِ خانہ خراب کا — ظالم نے کر دیا ہے کہاں مبتلا مجھے

بھیجوں کہاں میں ڈھونڈنے اپنے خیال کو

معلوم اُنکا کچھ تو ہو اے دل پتہ مجھے

اُٹھکر آنا ہی نہ تھا جب غیر سے خلوت ہوئی — سچ تو یہ ہے ہم بہت چوکے بڑی غفلت ہوئی

مٹ گئے ارمان و حسرت اِک زمانہ ہو گیا — کر لیا مایوسیوں نے دل میں گھر مدت ہوئی

میں بھی جھوٹا ہوں چلو یوں ہی سہی جھگڑا مٹا | ہاں یہی سچ ہے تمہیں غیر سے نفرت ہوئی
غیر سے اقرار یوں ہو شب کو آئینگے ضرور | ہمسے یہ وعدہ کہ آجائینگے گر فرصت ہوئی

ہم تو جب جانیں کہ اے تاثیرِ اُلفت وہ کہیں
اب تو داآتش سے ملے ہمکو بڑی مدت ہوئی

ٹپکتی ہیں تمنائیں نظر سے | پھرے ناکام کیا دشمن کے گھر سے
چڑھاؤ آستیں پھر قتل کرنا | لپیٹو پہلے دامن تو کمر سے
نہیں ہے دل تمہارے پاس میرا | ملاؤ تو نظر میری نظر سے
نرالی بات کیا میں نے ہی کی ہے | خطا تو ہو ہی جاتی ہے بشر سے
جو پوچھیں حال بیتابی وہ قاصد | تو کہنا کچھ سوا ہے پیشتر سے
تمنا جان کی اُنکو نہ دل کی | بُتانِ ہند خوش ہوتے ہیں زر سے
دکھا دونگا طبیعت کی روانی | ذرا دو چار دن پانی تو برسے

بتوں کا گھر عدم کا راستہ ہے
کدھر جاتے ہو داآتش بے خبر سے

کہہ گئے آج وہ تنگ آکے یہ دیوانے سے | کہیں دیوانہ سمجھتا بھی ہے سمجھانے سے
دلِ وحشی کبھی بہلے گا نہ بہلانے سے | کہیں دیوانہ سمجھتا بھی ہے سمجھانے سے
عقل کو واسطہ کیا عشق کے مستانے سے | کہیں دیوانہ سمجھتا بھی ہے سمجھانے سے
خود ہے دیوانہ جو اُلجھے کسی دیوانے سے | کہیں دیوانہ سمجھتا بھی ہے سمجھانے سے

لیلیٰ کیا فائدہ اب قیس کا غم کھانے سے
کہیں دیوانہ سمجھتا بھی ہے سمجھانے سے

اپنی تصویر کو میں خود بھی نہ پہچان سکا
حال آخر یہ ہوا روز کے غم کھانے سے

ناصحا پہلے ہی مجنوں سے بنے بیٹھے تھے
بڑھ گیا اور جنوں اب ترے سمجھانے سے

لیجئے شیخ کا سب کھل گیا زہد و تقوے
منھ چھپائے ہوئے وہ اٹھتے ہیں پیمانے سے

لطف جب ہے وہ کہیں آپکا گھر ہے آتش
آپ کس واسطے ڈرتے ہیں یہاں آنے سے

یہی بہتر ہے کہ آتش کو وہیں رہنے دو
کہیں دیوانہ سمجھتا بھی ہے سمجھانے سے

ضرورت کیا ہے اُنکو پاسباں کی
حیا خود اک بلا کی پاسباں ہے

ہمارا حال کہنے والا ہے کون
فقط اک صبر ہے وہ بے زباں ہے

ذرا آہستہ چل بادِ بہاری
بہت نازک ہمارا آشیاں ہے

جہاں میں پھر رہا ہوں خانہ بردوش
یہ پُشت پر ہی میرا آشیاں ہے

نوٹ

محفل میلاد شریف کے موقع پر واقعہ ۱۸ ر ستمبر ۱۹۱۶ء کو حضور پُرنور ہزہائنس حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ والی ٹونک نے مجھے یاد فرمایا تھا۔ محفل کی روشنی اور سجاوٹ کا یہ عالم تھا کہ جسکا صحیح نقشہ لفظوں میں نہیں کھینچا جا سکتا۔ یہ دونوں نعتیہ غزلیں جو آفرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کیجاتی ہیں عین اُسی موقع پر کہی گئی تھیں۔

ہے وصل کے گلشن میں بہارِ شبِ معراج
کس رنگ سے ہے پہلو میں نگارِ شبِ معراج

انوارِ نبوت سے ہر اک چرخ ہے روشن
آ [illegible] شبِ معراج

یہ رات ہے کس دیدۂ اُمید کی پُتلی
کس آنکھ کا سُرمہ ہے غبارِ شبِ معراج

رفرف کہ نسیمِ سحرِ روزِ ازل ہے
[illegible] شبِ معراج

کونین میں پھولا چمنِ تختۂ سوسن
[illegible] میری آنکھوں [illegible] شبِ معراج

آئینۂ حیرت [illegible]

کس شان سے آیا ہے نگارِ شبِ معراج

جلوہ گر دل میں ہے معراج کا پانے والا
آ گیا گھر میں ترے عرش کا جانے والا

بھولے بھٹکوں کو سرِ راہ لگانے والا
شانِ اسلام کو دنیا میں بڑھانے والا

کفر کا نام زمانے سے مٹانے والا
کشتئ خلقِ خدا پار لگانے والا

قدِ بے سایہ ترا ختمِ رسالت کی دلیل
یعنی تجھسا ترے پیچھے نہیں آنے والا

اللہ اللہ رے یہ محفلِ میلاد شریف
رات کو دن کی طرح کر کے دکھانے والا

کون ہے کسکا تصرف ہے یہ کسکا اعجاز
محفلِ پاک کو اسطرح سجانے والا

روشنی ہے یہ ترے دل کے عقیدے کی خلیل
دل کو اسطرح دکھاتا ہے دکھانے والا

یہ زبردست یقیں یہ ترا سچا ایمان
تجکو دنیا میں ہے ممتاز بنانے والا

رونق ٹونک ترے دم سے ہی قائم نواب
تو ہے اس دیش کی تقدیر بنانے والا

مبارک دِن

(یہ مضمون واقعہ ۲۷ر فروری سنہ ۱۹۲۷ء کو کُلیاتِ دانش پیش کئے جانے کے موقع پر پڑھکر سنایا گیا۔)

شری حضور آقاءِ نامدار۔ شری مہاراج کمار صاحب بہادر۔ شری بھنور جی مہاراج بہادر مسیز ہین۔ کرنل ہین۔ منسٹر صاحبان۔ سرداران وجاگیرداران ودیگر درباریان ریاست!

آج مجھے اپنی اِس خوش قسمتی پر بڑا ناز ہے کہ آج میرے قدرداں ولی نعمت والئی ریاست جھالاواڑ نے جر بخیو حضور بھنور جی مہاراج ویریندر سنگھ جی صاحب بہادر کی سالگرہ کے مبارک موقع پر مجھے کلیاتِ دانش پیش کرنے کا اعزاز عطا فرمایا۔

جہاں پناہ!

جب کوئی شخص کوئی کتاب تصنیف کرتا ہے تو قدرتی طور پر اُسے اپنی تصنیف کے لئے قدردانوں کی تلاش ہوتی ہے کہ وہ اُسکی تصنیف پر تحسین وآفریں کے جگمگاتے ہوئے ستارے جڑ [illegible] ب تک ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے کہ دنیا کے بہتر سے بہتر فاضل

مصنفوں نے اپنی ذاتی تصنیفات رئیسوں - بادشاہوں - مُلک کے قدردانوں کے حضور میں پیش کرکے تعریف و توصیف کے پھول سمیٹے ہیں -

لیکن یہ ذرۂ بیمقدار - یہ کچھ نہ جاننے والا مصنف آج فاضل دوراں - فخر قوم مخزن علم و ہنر - عالیجاہ شری حضور آقا نامدار مہاراج رانا شری بھوانی سنگھ جیصاحب بہادر دام اقبالہم کے حضور میں اُسی کے لازوال باغ کے سمیٹے ہوئے پھولوں کا گلدستہ بناکر پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا ہے -

میرے لئے اس وقت یہ مثال صادق آسکتی ہے کہ ایک شخص ایک اٹاوٹ ممنلہ میں ایک بحر ناپیدا کنار میں دس پانچ بوندیں پانی کی ڈالکر یہ دیکھ رہا ہے کہ میری اِن چند بوندوں سے سمندر میں کتنا جوش پیدا ہوگیا - اور لطف یہ ہے کہ وہ بوندیں بھی اُسنے اُسی اتھاہ سمندر سے حاصل کی ہیں -

لیکن اے پُشت و پناہِ بے کساں - اے علم و ہنر کی روحِ رواں - اے میرے قدرداں راجہ! میں یہ خیال کرکے کہ اس جھالاواڑ میں ؎

یہ جو کچھ بھی مجھکو نظر آرہا ہے
یہ تیرا ہی سب کچھ رچایا ہوا ہے

تجھی سے ہے اس سارے گلشن کی زینت
یہ تیری ہی رونق ہے تیری ہی رنگت

تو ہی اس ریاست کی روحِ رواں ہے
ہر ایک دل میں تیرا ہی جلوہ نہاں ہے

یہ پودے ترے ہی لگائے ہوئے ہیں
یہ سب لوگ تیرے جمائے ہوئے ہیں

اگر میں اپنی یہ تصنیف بندگان عالی کے حضور میں پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ ایک کامل اُستاد کے سامنے شاگرد اپنی وہی تصنیف پیش کرسکتا ہے جو فاضل اُستاد کی عالی دماغی سے وقتاً فوقتاً اُسنے حاصل کرکے تیار کی ہے -

لیکن صاحبان! حضور والا کی اِس دوسری بندہ نوازی کا شکریہ میں کن لفظوں میں ادا کروں - اپنے دلی جذبات کی ہُو بہو تصویر کیونکر آپ کے سامنے کھینچ کر رکھدوں - یہ صحیح ہے کہ دلی جذبات کی لفظوں میں ایسی تصویر کھینچنا شاعر کا کام ہے کہ اُسکے لفظوں کی کھنچی ہوئی تصویر سُننے والوں کی نگاہوں کے سامنے اِسطرح کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی نظر آئے کہ اُنکے دلوں پر اپنا صحیح نقشہ جماکر اُنہیں محوِ حیرت بنا دے - مگر میں آپ سے سچ کہتا ہوں - میں نے اپنی [illegible] اپنی اس موجودہ شاعری سے بہتیرا [illegible] - دریافت کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا لفظوں کی تلاش میں دماغ پر بے انتہا زور ڈالا - مگر کامیاب نہ ہوسکا مجھے ایسی مثالیں تو ہسٹری میں سینکڑوں ملیں - اور آئے دن زمانے میں ملتی رہتی ہیں کہ علمی خطابات والیانِ ملک کی قدردانی نے عالموں کو دئے اور اُنکی ذاتی قابلیت نے حاصل کئے مگر ایسی مثال ایک بھی نہ ملی کہ ایک والئی ملک اپنے ایک ناچیز بندے کو برسوں اپنی فاضلانہ اصلاحوں سے اُسکی شاعری کو زمانے کے موافق بنا کر ملک الشعرا کا وہ ممتاز خطاب عطا فرمائے جو خاقانی ہند ملک الشعرا شیخ ابراہیم ذوق کے بعد آج تک کسی کو نہ ملا تھا - اور اُس میں اور اِس میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے - ذوق کو یہ خطاب ذوق کی خداداد فضیلت [illegible] علمی رتبے کی زبردست شاعری نے دلوایا اور [illegible] نے دیا - یہاں اِس خاکسار کو صرف حضور والا ہی کی قدردانی و [illegible] نے دونوں [illegible] عطا فرمایا -

بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

جہاں پناہ! میں ناچیز حضور والا کے ان گراں بہا احسانوں کا عوض جزا کے

اور کچھ دینے کے لائق نہیں ہوں کہ اِس عالم موجودات کو پیدا کرنے والی زبردست طاقت کی درگاہ میں یہ التجا کروں کہ ہے ناتھ! تجھ سے

مانگتا میں نہیں کچھ دولتِ دنیا یارب | بس فقط یہ ہے مرے دِلکی تمنا یارب
میرے آقا کو عطا کر ریاست اُتنی | تو نے بخشا ہے اُسے حوصلہ جتنا یارب

اِسکے بعد اِس کتاب کا ڈیڈیکیشن پڑھکر سنایا گیا جو اِس کتاب کے صفحہ نمبر ا پر الطافِ خسروانہ کے عنوان سے درج ہے۔

مندرجہ بالا مضمون کے جواب میں شری حضور بندگان عالی نے اپنے جن شاہانہ خیالات سے اِس نمک خوار کی عزت افزائی فرمائی ہے وہ مضمون بھی ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

قدردان آقا کی بندہ نوازی

ملک الشعرا منشی شمبھو دیال و دیگر حاضرین دربار!

کلیاتِ دانش کا ڈے ڈی کیشن جو ابھی آپ نے مجھکو پڑھ کر سنایا ہے اُسکو میں بخوشی منظور کرتا ہوں اور جن عقیدت آمیز الفاظ کے ساتھ یہ کتاب مجھے پیش کی گئی ہے اُنکا میں مشکور ہوں۔ مجھکو زیادہ مسرت اسکو منظور کرنے میں اسوجہ سے بھی ہے کہ شاعری مشمولہ کلیات اُنہیں خیالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے جو میں نے زمانہ گذشتہ میں وقتاً فوقتاً اس بارہ میں مصنف سے ظاہر کئے تھے۔ لیکن اُستادی تعلق کا فخر اس معاملے میں مجھکو قطعی نہیں ہے کیونکہ اگرچہ شاعری کی خوبیوں کو میں تھوڑا بہت سمجھ

سکتا ہوں لیکن خود شاعر نہیں۔

مُصنّف نے اپنی عقیدت کے جوش میں ابھی اپنی تقریر میں میرے باغ سے پھول سمیٹنے اور سمندر سے کچھ بوندیں لینے کے متعلق کچھ کہا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ درست ہو کہ اُنہوں نے میرے ہی باغ سے پھول چُنے ہوں لیکن اِس بات کی تعریف کہ کون سے رنگ کا پھول کس جگہ جمایا جائے جس سے کہ گلدستہ بننے پر خوشنما معلوم ہو میری نہیں بلکہ مصنّف ہی کی ہے۔ اِسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ سمندر سے اُنہوں نے جیسا کہ وہ کہتے ہیں چند بوندیں لی ہوں جسوقت شروع میں وہ لیگئی تھیں صرف بوندیں ہی تھیں لیکن بعد میں اُنکو اپنی صدفِ طبع کے سانچے میں ڈھالکر اور گُہر ہائے آبدار کی شکل میں تبدیل کرکے سمندر کو واپس کرنا مصنّف ہی کا کام تھا۔

مجکو اس بات کی بھی خوشی ہے کہ اِس ذکر کے سلسلے میں مجھے اسوقت اُردو شاعری کے متعلق دو چار الفاظ کہنے کا موقع ملا ہے۔ اسلئے اول یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ نظم فی الحقیقت کیا چیز ہے۔ قدرتی واقعات کو دیکھکر جو خیالات جولانیٔ طبع کے زور سے شاعر کے دل میں موجزن ہوتے ہیں اُنکو موزوں الفاظ میں ظاہر کرنے کو نظم کہتے ہیں۔ خوشی۔ رنج۔ محبت۔ غصہ یا اور کوئی دوسرے جذبات انسانی جب شاعر کے دلمیں جوش پیدا کرتے ہیں تو خود بخود اُسکی زبان سے موزوں کلام نکلتا ہے۔ کارخانہ قدرت کی چیزوں کو دیکھکر جو اثر اُسکی طبیعت محسوس کرتی ہے وہ عام لوگوں کو میسر نہیں۔ لیکن جو کیفیت وہ خود محسوس کرتا ہے اُسکے اظہار کے واسطے اُسکی طبیعت مناسب الفاظ ڈھونڈھتی رہتی ہے اور وہ اسی خیال میں رہتا ہے کہ اُنکو کسطرح ترتیب دوں تاکہ اُنکے پڑھنے سے دوسرے لوگونکی

طبیعت پر بھی وہی اثر پڑے جو میری طبیعت پر پڑا ہے - اس کوشش میں
جو موزون الفاظ اُسکے زبان سے نکلتے ہیں اُسی کو نظم کہتے ہیں - کارلایل کا
قول ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے افراد میں سے ایک قادر الکلام شاعر پیدا نہ کر سکی
ہے تو وہ قوم کہلانے کی مستحق نہیں اس سے معلوم ہوگا کہ نظم اور قومی زندگی
کہاں تک وابستہ ہیں اور قومی شائستگی اور نظم کا اثر ایک دوسرے پر کس درجہ
تک پڑتا ہے -

اُردو شاعری اول ہی اول فارسی اور برج بھاشا سے ملی ہوئی امیر خسرو سے
شروع ہوئی اور کچھ زمانے تک اسی قسم کی شاعری ہوتی رہی - اس قسم کی شاعری
کی یہاں ایک مثال دینا خالی از دلچسپی نہوگا - یہ شعر امیر خسرو کا ہی ہے

چو شمع سوزاں چو ذرہ حیراں ز مہر آں مہ بگشتم آخر
نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں نہ آپ آویں نہ بھیجیں پتیاں

اِسکے بعد فارسی اور برج بھاشا کی ترکیب رفتہ رفتہ جاتی رہی اور اُس زمانہ کی
جس طرح کی اُردو تھی خالص اُسی زبان میں شاعری ہونے لگی - اس بات سے
سب متفق ہیں کہ موجودہ نظم اُردو دکن سے شروع ہوئی - عالمگیر کے عہد میں ولی
نے اُردو شاعری کے چراغ کو روشن کیا جو محمد شاہ کے زمانے میں ستارہ بنکر
چمکا اور شاہ عالم کے عہد میں آفتاب بنکر اوج پر آیا" چنانچہ دلی میں اول مرزا
رفیع سودا - پھر میر تقی - خواجہ میر درد - شیخ ابراہیم ذوق - غالب - جرأت
مومن خاں - داغ دہلوی وغیرہ نے زبان کی لطافت - الفاظ کی مناسبت محاورہ
کی موزونیت اور ترکیب کی چستی سے فن شاعری کو کمال پہنچایا - لکھنؤ میں
امام بخش ناسخ - خواجہ حیدر علی آتش - رند - صبا - وزیر - امیر وغیرہ نے

شعر گوئی میں شہرت پائی۔ اگرچہ ان مشہور شاعروں نے فنِ شاعری کو فی الحقیقت کمال پر پہنچایا لیکن انکی نازک خیالی محض گل و بلبل کے تعلقات کے دائرے میں گھومتی رہی آگے نہ بڑھ سکی۔ جھوٹے اور بیہودہ ڈھکوسلے باندھنے میں دنیا کا کوئی مطلب حل نہ ہوتا تھا۔ وہ یہ جانتے ہی نہ تھے کہ شاعر حقیقت میں وہ شخص ہے جو نیچر کی پوشیدہ دلفریبیوں کے نقاب کو چہرے سے اُٹھادے۔ لیکن اگر یہ شاعر شاعری کا خاص مقصد سمجھ سکے تو اسمیں انکا چنداں قصور بھی نہ تھا۔ کیا کیا جائے اُس زمانے میں اُسی قسم کا مذاق اور اُسی قسم کی شائستگی تھی۔ اُردو شاعری سرسید کے زمانے تک اُسی ایک رنگ پر چلتی رہی۔ سرسید کی تعلیم نے جو جادو قومی زندگی پر کیا اُسی کے اثر سے دلوں میں نئے جذبات پیدا ہوئے اور مولانا الطاف حسین حالی اور اکبر جیسے شخصوں نے پیدا ہو کر پُرانی شاعری کے رنگ کو بدل دیا۔ حالی نے پُرانی شاعری کے حالات کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں "شاعری کی بدولت چند روز جھوٹا عاشق بنا پڑا۔ ایک خیالی معشوق کی چاہ میں برسوں دشتِ جنوں کی وہ خاک اُڑائی کہ قیس و فرہاد کو گرد کر دیا۔ کبھی نالۂ نیم شبی سے ربعِ مسکوں کو ہلا ڈالا۔ کبھی چشمِ دریا بار سے تمام عالم کو ڈبو دیا۔ شکایتوں کی بوچھار سے زمانہ چیخ اُٹھا۔ طعنوں کی بھرمار سے آسماں چھلنی ہوگیا۔ جب رشک کا تلاطم ہوا تو ساری دنیا کو رقیب سمجھا۔ یہاں تک کہ خود اپنے سے بدگمان ہو گئے۔ بارہا تیغِ ابرو سے شہید ہوئے اور بارہا ایک ٹھوکر سے جی اُٹھے گویا زندگی ایک پیرہن تھا کہ جب چاہا اُتار دیا جب چاہا پہن لیا۔ میدانِ قیامت میں اکثر گذر ہوا۔ بہشت و دوزخ کی اکثر سیر کی۔ بادہ نوشی پر جب آئے تو خُم کے خُم خالی کر دئے اور پھر بھی سیر نہ ہوئے۔ غرض نامۂ اعمال ایسا سیاہ کیا کہ کہیں سفیدی باقی نہ رہی۔ بیس برس کی عمر سے چالیسویں سال تک تیلی کے بیل کی طرح اسی ایک چکر میں گھومتے رہے

اور اپنے نزدیک سارا جہان طے کر چکے جب آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تھے ابتک وہیں ہیں ؎

شکست رنگ شباب و ہنوز رعنائی ؏

دراں دیار کہ زادی ہنوز آنجائی ؏

نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو دائیں بائیں آگے پیچھے ایک میدان وسیع نظر آیا جسمیں بیشمار راہیں چاروں طرف کھلی ہوئی ہیں اور خیال کے لئے کہیں عرصہ تنگ نہ تھا۔ جی میں آیا کہ قدم بڑھائیں اور اس میدان کی سیر کریں مگر جو قدم بیس سال سے ایک چال سے دوسری چال نہ چلے ہوں اور جنکی دوڑ گز دو گز زمین میں محدود رہی ہو اُن سے اس وسیع میدان میں کام لینا آسان نہ تھا"

میں اس موقع پر اپنے مضمون کے سلسلہ کو ذرا چھوڑ کر حضور نواب صاحب بہادر لوہارو نے جو تبدیلئ رنگ اپنے لاثانی کلام میں فرمایا ہے اُسکی طرف اشارہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضور ممدوح کس زمانہ کی تعلیم میں رنگے ہوئے تھے۔ لیکن رفتار زمانہ کو محسوس فرما کر اپنے کلام کا رنگ فوراً بدل دیا اور کلام بھی کیسا کلام کہ جسکا تعلق صرف سُننے سے ہے "جسکے پا انداز میں فصاحت آنکھیں بچھاتی ہے اور بلاغت قدموں میں لوٹی جاتی ہے"

جھالاواڑ میں بھی اُردو شاعری کے متعلق عرصے سے خیالات ویسے ہی تنگ چلے آتے تھے۔ عاشق کی شکایت۔ معشوق کا ظلم۔ پیر مغاں کے ساتھ طعنہ بازیاں بس انہیں چند مضامین کو طرح طرح سے باندھنا شاعری خیال کیا جاتا تھا۔ نیچر کی پرواز کا سبب اُنکے سامنے کوئی معنے نہ رکھتی تھی۔ حالی کا نیا رنگ ممنوع خیال کیا جاتا تھا۔ اُردو شاعری کے محدود دائرے ہونے کا خیال آکر مجھکو اکثر افسوس

ہوا کرتا تھا اور میری خواہش تھی کہ کوئی شخص اپنی ہی ریاست کے آدمیوں میں سے
کھڑا ہو کر دکھلائے کہ شاعری ایک بڑا وسیع میدان ہے اور اسمیں چلنے
کے دو چار نہیں ۔ لاکھوں راستے موجود ہیں ۔ شاعر کا فرض ہے کہ وہ وہی
راستے اختیار کرے جو موجودہ تہذیب اور ضرورت زمانے کے موافق
ہوں ۔ اُسکو سمجھنا چاہیئے کہ سوسائٹی کی حالت بدل گئی ہے ۔ زمانہ کسی
دوسرے رنگ پر چل رہا ہے ۔ جو مذاق سوسائٹی نے کسی زمانہ میں جائز
رکھا تھا اب وہ اچھی سوسائٹی میں جائز نہیں ہے ۔

ایک عرصہ ہوا میں نے اپنے یہ خیالات مصنّف پر ظاہر کیئے تھے ۔ انکی
چلتی پھرتی طبیعت اور شاعرانہ قابلیت نے فوراً اس نقص کو محسوس کر لیا
اور پہلی نظم جو اُنہوں نے اس رنگ میں لکھی ہے وہ وہ ہے جسکو کلیات
داغش میں "پُرانی شاعری" کے نام سے منسوب کیا ہے ۔ حالی نے لکھا ہے
کہ جو قدم سالہا سال تک ایک چال سے دوسری چال نہ چلے ہوں اور جنکی
دوڑ گز دو گز زمین میں محدود رہی ہو اُن سے اس وسیع میدان میں کام
لینا آسان نہ تھا ۔ ممکن ہے مصنّف نے بھی شروع شروع میں ایسا ہی
محسوس کیا ہو لیکن بعد میں جس بلند پروازی کے ساتھ اُنہوں نے اس
وسیع میدان کی سیر کی اُسکی زندہ مثال یہ کلیات ہے ۔ کسی شاعر
کے دیوان کو اُٹھا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُسمیں اچھے شعروں کی
تعداد زیادہ نہیں ہے ۔ برخلاف اسکے کلیاتِ داغش کا مطالعہ کیا جائے

تو اسمیں زیادہ تر تعداد ایسے شعروں کی نکلے گی ۔ شاعر کی بڑی کرامت اسمیں ہے کہ اُسکا کلام مؤثر ہو اور یہ وصف کلیات دانش میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ۔ مجکو حقیقت میں اس بات کا فخر ہے کہ میری ریاست میں یہیں کا تعلیم و تلقین یافتہ ایک ایسے اوصاف کا شاعر موجود ہے ۔ انہیں اوصاف پر نظر ڈالتے ہوئے میں نے اپنی اخیر سالگرہ کے موقع پر مصنف کو ملک الشعرا کا خطاب دیا تھا اور آج اس پُراز مضمون کلیات کو پیش کرنے کے صلہ میں انکو ایک خلعت عطا کیا جاتا ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ ملک الشعرا منشی شمبھو دیال اپنی دوسری کلیات میں اپنے کلام کو اور بھی زیادہ مؤثر بناتے ہوئے اُس کمال کو پہنچا ئینگے کہ آئندہ کی نسلیں حالی اور اکبر کے نام کو بھول کر دانش کے نام کو فوقیت دینے لگیں